ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۵ رجمادی الثانی ۱۳۸۸ھ

۳۰ راگست ۱۹۶۸ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا قَضَى أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهِ نَصِيبًا مِنْ صَلَاتِهِ، فَإِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ فِي بَيْتِهِ مِنْ صَلٰوتِهِ خَيْرًا"، رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھ لے تو اس کو اپنے گھر کے لئے بھی اپنی نماز میں سے ایک حصہ مقرر کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے گھر میں اس کی نماز کی وجہ سے خیر (و برکت) فرماتے ہیں (اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ عَطَاءٍ أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ أَرْسَلَهُ إِلَى السَّائِبِ ابْنِ أُخْتِ نَمِرٍ يَسْأَلُهُ عَنْ شَيْءٍ رَآهُ مِنْهُ مُعَاوِيَةُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ: نَعَمْ صَلَّيْتُ مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُورَةِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْإِمَامُ قُمْتُ فِي مَقَامِي فَصَلَّيْتُ، فَلَمَّا دَخَلَ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَقَالَ: لَا تَعُدْ لِمَا فَعَلْتَ: إِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلَا تَصِلْهَا بِصَلٰوةٍ حَتّٰى تَتَكَلَّمَ أَوْ تَخْرُجَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنَا بِذٰلِكَ أَنْ لَا نُوصِلَ صَلٰوةً بِصَلٰوةٍ حَتّٰى نَتَكَلَّمَ أَوْ نَخْرُجَ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت عمر بن عطا کہتے ہیں کہ حضرت نافع بن جبیرؓ نے حضرت سائب بن اخت نمر کے پاس بھیج کر یہ دریافت کیا کہ حضرت امیر معاویہؓ نے جو چیز ان کی نماز کے متعلق دیکھی ہے کیا وہ صحیح ہے۔ سائب نے جواب دیا۔ جی ہاں! میں نے معاویہؓ کے ساتھ جمعہ کی نماز مقصورہ (حجرہ) میں پڑھی جب امام نے سلام پھیرا تو میں اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور میں نے نماز پڑھی جب معاویہؓ اندر گئے تو آدمی کے ذریعہ مجھ کو کہلا بھیجا کہ دوبارہ ایسا کام نہ کرنا جب جمعہ کی نماز پڑھ چکو تو اس کے ساتھ دوسری نماز نہ ملانا تاوقتیکہ کوئی کلام نہ کر لو یا جگہ نہ تبدیل کر لو۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس چیز کا حکم دیا ہے کہ ہم ایک نماز کے ساتھ دوسری نماز نہ ملائیں یہاں تک کہ کلام کر لیں۔ یا اس جگہ سے علیحدہ ہو جائیں۔ (مسلم)

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: الْوِتْرُ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَصَلٰوةِ الْمَكْتُوبَةِ، وَلٰكِنْ سَنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ، فَأَوْتِرُوا يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ"، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ وتر ایسے ضروری تو نہیں ہیں جیسا کہ فرض نماز (کیونکہ فرض نماز کا حکم قطعی ہے اور وتر ایسے نہیں) ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے ہیں اور آپ یوں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ وتر ہے وتر کو پسند کرتا ہے تو اے قرآن والو! وتر پڑھا کرو۔ ابوداؤد اور ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا اور ترمذی نے کہا حدیث حسن ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ أَوْتَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ وَمِنْ أَوْسَطِهِ وَمِنْ آخِرِهِ وَانْتَهٰى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ"، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں۔ رات کے ابتدائی حصہ میں بھی، درمیان میں اور آخر شب میں بھی۔ اور آپ کے وتر سحر تک ختم ہوتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اجْعَلُوا آخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا"، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اپنی رات کی آخری نماز کو وتر بنا لو (یعنی تہجد کے بعد وتر پڑھو) (بخاری و مسلم)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَوْتِرُوا قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوا"، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھ لو۔ (مسلم شریف)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي صَلٰوتَهُ بِاللَّيْلِ وَهِيَ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَإِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ أَيْقَظَهَا فَأَوْتَرَتْ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ فَإِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ قَالَ: قُومِي فَأَوْتِرِي يَا عَائِشَةُ.

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز شب پڑھتے تھے۔ اور وہ (عائشہؓ) آپ کے سامنے لیٹی ہوتی تھیں۔ جب وتر باقی رہ جاتے تو آپ حضرت عائشہؓ کو بیدار کر دیتے اور وہ اٹھ کر وتر پڑھتی تھیں۔ اس کو امام مسلم نے ذکر کیا۔ اور مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے کہ جب آپ کے وتر باقی رہ جاتے تو ارشاد فرماتے عائشہ! اٹھ کر وتر پڑھو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ"، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صبح ہو جانے پر وتر پڑھنے میں سبقت کیا کرو۔ (ابوداؤد، ترمذی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین لاہور

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۴ | ۵ رجمادی الثانی ۱۳۸۸ھ مطابق ۳۰ اگست ۱۹۶۸ء | شمارہ ۱۷

جدید ہوٹلوں میں خرافات

وفاقی دارالحکومت کے ایک بڑے ہوٹل میں مشہوری اور گاہکوں کے لئے کشش بڑھانے کے لئے نشہ آور گولیوں کی مفت تقسیم اور نشہ آور مشروبات کی بہم رسانی کا جو مبینہ اہتمام کیا گیا ہے صوبائی اسمبلی کے ایک آزاد رکن میجر اسلم جان نے اس پر گہری تشویش ظاہر کی ہے۔ موصوف کی طرف سے اظہار تشویش بالکل بجا ہے، لیکن ہمیں ان بات پر تعجب ہے کہ جدید اور بڑے ہوٹل کسی خاص اہتمام کے بغیر محض معمول کے طور پر جو کچھ کر رہے ہیں راولپنڈی کے اس ہوٹل نے اس کی رفتار بڑھانے اور اس طرح ہدف جرح و تنقید بننے کی مجبوری کیوں محسوس کی؟۔

یہ بڑے اور جدید ہوٹل پاکستانی معاشرت میں مغربی تہذیب و ثقافت کے جزیرے ہیں اور مشرقی اخلاق اور اسلامی اقدار کے انہدام میں بہت وسیع اور دور رس حصہ لے رہے ہیں۔ ان ہوٹلوں کے قیام اور جدید لوازم کے بارے میں اکثر یہ جواز پیش کیا جاتا ہے کہ باہر سے آنے والے سیاحوں کے لئے سب کچھ ضروری ہے۔ لیکن اس بنیادی حقیقت کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ باہر سے سیاح یہاں شراب پینے، نیم عریاں رقص دیکھنے یا اس طرح کی خرافات کے لئے نہیں آتے بلکہ وہ یہاں کی تہذیب، تاریخی آثار وغیرہ دیکھنے کے لئے آتے ہیں اور جہاں تک جدید ہوٹلوں کی خرافات کا تعلق ہے وہ انہیں اپنے ملکوں میں ہی قدم قدم پر پاکستان سے ہزار گنا زیادہ رعنائی کے ساتھ میسر آ جاتی ہیں۔ لیکن ان ہوٹلوں میں سیاحت کے فروغ کے نام پر پاکستان میں شراب خانہ خراب کے عام کھلے بندوں اور بے روک ٹوک استعمال کا جو سلسلہ شروع ہو گیا ہے اور دوسری ثقافتی خرافات کے مظاہرہ میں جس بے باکی سے کام لیا جاتا ہے، ان کے بعد یہ جدید ہوٹل غیر ملکی سیاحوں کے لئے اقامت گاہیں نہیں رہے بلکہ پاکستان میں بے پایاں اور ناجائز دولت کو ٹھکانے لگانے کی تفریح گاہوں میں تبدیل ہو کر رہ گئے ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ جس طرح انگریزی ذریعہ تعلیم کے متوازی نظام سے پاکستان میں امیر و مقتدر طبقہ پر مشتمل ایک علیحدہ معاشرہ قائم کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح یہ جدید ہوٹل اس علیحدہ معاشرہ کی تشنگی اور بھوک دور کرنے کے اڈے بنتے جا رہے ہیں۔

ان ہوٹلوں کے قیام اور جاریہ اخراجات پر کروڑوں روپے کا زرمبادلہ صرف کیا جاتا ہے۔ ان میں تفریح کے لئے جو طائفے باہر سے درآمد کئے جاتے ہیں ان پر بھی زرمبادلہ ضائع ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ہوٹل گھٹیا تفریح بہم پہنچانے میں لندن، پیرس، روم، بیروت وغیرہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے بلکہ وہاں کی "ہتھے" درآمد کر کے یہاں کے عیاش، امیر و بے راہ اور بد عنوان عناصر کی تسکین طبع کا کاروبار کر رہے ہیں۔

ان ہوٹلوں میں جو عناصر جاتے ہیں وہ ناجائز آمدنی کی وجہ سے بہت امیر ہوتے ہیں یا ناجائز آمدنی والوں کے آلہ کار ہوتے ہیں۔ بالخصوص جب ان جدید ہوٹلوں میں نوجوان افسروں کی بھرمار ہوتی ہے تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ خود نہیں آئے، لائے گئے ہیں۔ دکھ کی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ ایک اسلامی مملکت میں ہو رہا ہے۔ جس کی اساس ہی اسلام سے محبت تھی۔ جس کی بقا بھی اسلامی جذبہ پر منحصر ہے۔ لیکن مغربی تعلیم بالخصوص انگریزی ذریعہ تعلیم نے اس اساس کو جس طرح کمزور کیا ہے پھر مغربی فلموں نے تفریح کا ذوق و معیار بگاڑنے میں جو حصہ لیا ہے ابھی اس کے خلاف تحریک احتجاج و اضطراب ہی صدا بصحرا ثابت ہو رہی تھی کہ ان جدید ہوٹلوں نے بڑے وسیع پیمانہ پر وہ سب کچھ غارت کرنے کا آغاز کر دیا ہے جس کے فروغ و تحفظ کے لئے یہ مملکت معرض وجود میں آئی تھی۔

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتے رہنے کا اس سے بڑا المیہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ جو خرابیاں پہلے بھی کھلے بندوں اور بے روک ٹوک جاری تھیں اب ان کے لئے اشتہار بازی بھی شروع ہو گئی ہے۔

(نوائے وقت)

افسوسناک ہے

ہم متعدد بار پرچہ میں قارئین کرام کو بالعموم اور ایجنٹ حضرات کو بالخصوص توجہ دلا چکے ہیں کہ خدام الدین خالصتاً دینی پرچہ ہے۔ کسی سرمایہ دار کا تجارتی ادارہ نہیں ہے اس کی منفعت براہ راست دین اسلام کی منفعت ہے۔ اور اس کا نقصان بھی کتاب و سنت کی تبلیغ و اشاعت کو زک پہنچانا ہے۔ نہ خدام الدین کسی سیاسی جماعت کا آرگن ہے۔ جس کی پشت پر بھاری بھرکم دولت مند یا بڑے صنعتکار اور زمیندار ہوں۔ اسے حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے انجمن خدام الدین کے زیر اہتمام تبلیغی مقاصد کے لئے جاری کیا تھا۔ اس کے مادی وسائل صرف چندہ سالانہ خریداری اور پرچہ کی فروخت کی آمدنی ہے جو ایجنٹوں کے ذریعہ وصول ہوتی ہے۔ ہمیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں قارئین حضرات ہم سے بہتر جانتے ہوں گے کہ ہمارے ایجنٹوں کی بھاری اکثریت ان صاحبان کی ہے جو مساجد، دینی مدرسوں، انجمنوں اور اس قسم کے اداروں سے وابستہ ہیں۔ یہ

باقی صفحہ ۶ پر

مجلس ذکر ۲۰ رجمادی الاول ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۵ راگست ۱۹۶۸ء

رنگ فروش اور رنگ ساز

از: حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم ——— مرتبہ: محمد عثمان غنی

الحمد للہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی: اما بعد:۔
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبہم ۔ (پ۴ س آل عمران آیت ۱۹۱)

ترجمہ: (کامیاب ہیں وہ لوگ) وہ جو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے (ہر حال میں) یاد کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی گوناگوں نعمتوں کا شکریہ

سب سے پہلے تو میں اس خالق ارض و سما جل مجدہٗ کا شکر ادا کیا کرتا ہوں جس نے اس گمراہی کے دور میں، زندقہ و الحاد کے زمانے میں آپ کو اور ہمیں دولت اسلام اور ایمان سے نوازا اور مالامال فرمایا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ عاد و ثمود اور قوم لوط یا قوم نوح میں پیدا کر دیتے تو ہم کیا کر سکتے تھے اور اگر اللہ تعالیٰ اس دور میں ہی نباتات، جمادات، چرند اور پرند میں سے پیدا کر دیتے تو پھر ہم کیا کر پا سکتے تھے؟ پھر اس دور میں مسلمانوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو کفر میں، شرک میں اور کمیونزم میں مبتلا ہیں، اگر انہی میں سے کسی زمرے میں ہمارا شمار ہوتا تو پھر بھی ہم کیا کر سکتے تھے؟ یہ سب نعمتیں اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ ہیں کہ اللہ نے ہمیں انسان بنایا اور اپنی اشرف ترین مخلوق میں پیدا فرمایا۔ کسی درخت کا پتہ بناتے، مرغی، مچھلی یا مکھی بناتے تو ہم کیا کر سکتے تھے؟ لاکھ لاکھ شکر کہ اللہ نے انسان بنایا، پھر مسلمان بنایا، امتِ محمدیہ میں پیدا کیا اور اس کے بعد امتِ محمدیہ میں بھی کئی گمراہ فرقے ہیں ان سب سے ہٹا کر خیر الامور اوساطہا - علماء دیوبند کے ساتھ، علماء حق کے ساتھ وابستہ ہونے کی بھی توفیق دی - ہم ضعیف و ناتواں اس کا بھی شکر تا قیامت ادا نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد کتنے اُن میں ہی ہیں جو بے فکر ہیں، بے ذکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنی خاص رحمت فرمائی اور اللہ والوں کا ساتھ اور سنگت نصیب فرمائی۔ غافلوں میں سے نہیں بنایا بلکہ مل بیٹھ کر اپنا نام لینے کی توفیق عطا فرمائی۔ ان تمام نعمتوں کا ہم جس قدر بھی شکر ادا کریں کم ہے۔

نمازِ تہجد کی فضیلت

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قرآن حکیم میں جو ہدایات ہیں اور پھر قرآنِ حکیم اُن کے واسطے سے ہمیں بھی اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے حکم کے تحت تعلیم دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آتا ہے یٰایہا المزمل ۝ قم اللیل الا قلیلا ۝ (س المزمل) اے چادر اوڑھنے والے! جب رات کا کچھ حصہ باقی ہو تو اُٹھ کے اللہ کی یاد کیجئے۔ حضورؐ کے لئے تو یہ فرض ہو گیا۔ باقی جتنا کوئی حضورؐ کی اطاعت و فرمانبرداری کر سکے۔ سحور کے نوافل اگر عوام پر فرض ہوتے۔ وہ تو پانچ نمازیں بھی باقاعدہ نہیں پڑھتے چہ جائیکہ اوابین چاشت اور اشراق وغیرہ پڑھتے اور اس کے ساتھ تہجد پڑھتے لیکن خواص کے لئے، اہل اللہ کے لئے اور جو ان کے طور طریقوں کو پسند کرنے والے ہوں ان کے لئے تو اس سے بہتر اور کیا مشغلہ ہو سکتا ہے؟ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی چوکھٹ پر یہ شعر لکھوا رکھا تھا:

ہر کہ وقت صبحدم در یاد حق بیدار نیست
او محبت راچہ داند لائق دیدار نیست

خلوت در انجمن

اللہ والے چاہے ہمہ وقت لوگوں میں بیٹھے ہوتے ہوں مگر اُن کی لو اللہ سے لگی ہوتی ہے اس کو صوفیہ کی اصطلاح میں کہتے ہیں خلوت در انجمن۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے دل بیار و دست بکار۔ ہاتھ کام میں مشغول ہوں لیکن دل اللہ سے لگا ہوا ہو اور ذکر اللہ میں معروف ہو۔ پھر ان کے جو متبعین صحبت نشین اور ان سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں وہ بھی حتی الوسع اپنے شیخ کے عادات و اطوار کو اپناتے ہیں۔ چنانچہ کوئی بڑھئی ہے تو بڑھئی کا کام کر رہا ہے مگر زبان اللہ کی یاد میں مصروف ہے۔

اللہ والے رنگ چڑھا دیتے ہیں

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے۔ قرآن میں آیا ہے ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک (پ۱۵ س بنی اسرائیل آیت ۷۹) ایک عالم اس آیت کے ٹکڑے ٹکڑے پر گھنٹوں لچھے دار تقریر تو کر دے گا لیکن اس پر عمل کی توفیق کسی اللہ والے کی صحبت میں ہی نصیب ہو سکتی ہے۔ عالم ہو، پورا فاضل ہو یا انگریزی کا تعلیم یافتہ ہو، ایم اے، بی اے کا ڈگری یافتہ ہو، جب اللہ والوں کی صحبت میں آئیں گے تو دونوں پر اللہ کے نام کا، اللہ کے کلام کا رنگ چڑھ جائے گا۔ وہ پھر صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ ز (پ۱ س البقرہ آیت ۱۳۸) کے عملی نمونے بن جائیں گے کیونکہ سب سے بہتر اللہ ہی کا رنگ ہے۔ اللہ والوں کی صحبت میں آئیں تو اس طرح رنگ چڑھ جاتا ہے جس طرح بھٹی میں رنگ چڑھتا ہے کپڑے پر۔ پھر ایک درجہ آتا ہے کہ ان میں اور شیخ میں فرق ہی نہیں رہ جاتا۔ شیخ بھی ہمہ وقت باوضو رہنے کی کوشش کرتا ہے اور ہمیشہ

(باقی صفحہ ۱۵ پر)



۲۸ ر جمادی الاول ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۳ ر اگست ۱۹۶۸ء

امراضِ روحانی سے جیتے جی شفا پا کر دنیا سے جائیے!

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّابعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم۔
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم۔

ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ۚ (پ ۲۸ س الجمعہ ع ۱)

ترجمہ: اللہ تعالےٰ وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا۔ جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

"امیّین" (ان پڑھ) عرب کو کہا جن میں علم و ہنر کچھ نہ تھا، نہ کوئی آسمانی کتاب تھی، معمولی لکھنا پڑھنا بھی بہت کم آدمی جانتے تھے۔ ان کی جہالت و وحشت ضرب المثل تھی، خدا کو بھولے ہوئے تھے۔ بت پرستی، اوہام پرستی اور فسق و فجور کا نام "ملّتِ ابراہیمی" رکھ چھوڑا تھا اور تقریباً ساری قوم صریح گمراہی میں پڑی بھٹک رہی تھی —— ناگہاں اللہ تعالےٰ نے اُسی قوم میں سے ایک رسول اٹھایا جس کا امتیازی لقب "نبی امّی" ہے۔ لیکن باوجود امی ہونے کے اپنی قوم کو اللہ کی سب سے زیادہ عظیم الشان کتاب پڑھ کر سناتا اور عجیب و غریب علوم و معارف اور حکمت و دانائی کی باتیں سکھلا کر ایسا حکیم و شائستہ بناتا ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے حکیم و دانا اور عالم و عارف اس کے سامنے زانوئے تلمّذ تہ کرتے ہیں۔

حاصل

یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار فرائض بیان کئے گئے ہیں۔ فرائض اربعہ یہ ہیں:۔

۱۔ تلاوتِ آیات (۲) تزکیۂ نفس (۳) تعلیم کتاب (۴) تعلیمِ حکمت۔

تلاوتِ آیات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی آیات اللہ تعالےٰ سے جبرئیل کی معرفت لے کر صحابہ کرام رضؓ کو پہنچا دیتے تھے۔

تزکیۂ نفس

حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تزکیۂ نفس فرماتے تھے۔ آپؐ کی صحبت بابرکت کا یہ بدیہی نتیجہ ہوتا تھا کہ اُن کے اندر سے تمام امراضِ روحانی نکل جاتے تھے اور ان کا ظاہر و باطن پاک اور مجلّیٰ اور مصفّیٰ ہو جاتا تھا۔

تعلیمِ کتاب

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قرآن مجید کی آیات کا مطلب سمجھاتے تھے۔ چنانچہ ظاہر ہے تلاوتِ آیات اور چیز ہے تعلیم کتاب اور چیز ہے۔

تعلیمِ حکمت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکمت و دانش کی باتیں تلقین فرماتے تھے۔ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:۔

وَ مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا۔

جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دی گئی——

مطلب یہ ہے فضائلِ محمودہ اور محاسنِ کثیرہ کا نام حکمت ہے۔ مزید برآں قرآنِ عزیز میں لفظ حکمت کا اثبات منصب نبوت سے علیحدہ بھی کیا گیا ہے۔ "وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَۃَ" ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی تھی۔

لیکن جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دوسری خوبیوں اور صفات میں بے مثال ہیں اس خوبی میں بھی اپنا جواب ساری مخلوق میں نہیں رکھتے —— آپ نے تمدن، اخلاق، مصلحت شناسی، سیاستِ مدن، تدبیرِ منزل، تربیتِ عائلہ اور زندگی کے تمام گوشوں اور دوائر میں تعلیم حکمت کو جاری کیا ہے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت کو بطور طبِ روحانی مرتب فرمایا۔ عضو عضو پر ہونے والے امراضِ روحانیہ کا ذکر کیا اور پھر ان کا شافی علاج تجویز فرمایا ہے اور اشیاء میں مفرد و مرکب اشیاء کا استعمال سکھلایا ہے۔ آپؐ نے صحتِ قلب کی حفاظت کرنے والی، حیاتِ روحانی کو نشو و نما دینے والی، روحانیت کے اعضاءِ رئیسہ کو قوی اور چست بنانے والی ادویہ کا جابجا ذکر فرمایا ہے۔ غرضیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطور معلم حکمت اپنی جملہ مساعی میں اہلِ بصیرت و دانش کو درجۂ کمال پر نظر آتے ہیں اور ساری کائنات ان کا ثانی پیش کرنے سے قاصر ہے۔

پاکیزگی کی دو قسمیں

محترم حضرات! پاکیزگی دو طرح کی

ہوتی ہے — ظاہری پاکیزگی اور باطنی پاکیزگی — ظاہری پاکیزگی کو طہارت کہتے ہیں اور باطنی پاکیزگی کو "تزکیہ" کہتے ہیں اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ بندہ مقبول و محبوب ہے جس کا تزکیۂ نفس ہو چکا ہو یعنی جو امراض روحانی سے پاک ہو — ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جسمانی امراض کی تکلیف صرف موت تک ہے اور روحانی بیماریاں مرنے کے بعد بھی ختم نہیں ہوتیں۔ وہ قبر میں بھی تڑپائیں گی اور حشر میں بھی چین نہیں لینے دیں گی۔ اگر امراض روحانی سے جیتے جی نجات نہ ہوئی، شفاء نہ ملی تو ان کے علاج کا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک ہی ہسپتال ہے جس کا نام دوزخ ہے۔ یہاں کے ہسپتالوں کی طرح اس کے مختلف وارڈ ہیں۔ بعض امراض روحانی کے مریض شفایاب ہو کر دوزخ سے نکل آئیں گے اور بعض امراضِ مہلک کے مریض ابدالآباد جہنم میں رہیں گے اور کبھی نکلنے نہ پائیں گے۔

مہلک روحانی امراض

کفر، شرک اور نفاق اعتقادی مہلک روحانی بیماریاں ہیں اور ان کے مریض اگر توبہ کرکے نہ مرے تو ابدالآباد جہنم میں رہیں گے۔

دیگر روحانی بیماریاں

کبر، عجب، حسد، ریاء وغیرہ اور اسی قسم کی دیگر روحانی بیماریاں جن کا تعلق اعتقاد سے نہیں۔ قابل علاج ہیں اور ان کا مریض سزا بھگت کر نکل آئے گا لیکن یہ بیماریاں بھی بہرحال جہنم میں لے جانے والی ہیں — اور وہاں کا ایک ایک دن پچاس ہزار سال کا ہوگا اور وہاں کا عذاب سخت اذیت ناک ہوگا۔ اس لئے اس عذاب دردناک سے بچنے کے لئے ہمیں چاہئے کہ یہیں دنیا میں اپنی اصلاح کر لیں اور تمام روحانی امراض سے پاک ہو کر دنیا سے رخصت ہوں کیونکہ دوزخ کے عذاب سے بچنے کے لئے اسی دنیا میں پاک ہونا ضروری ہے۔

محترم حضرات! اس دنیا ہی میں ہر قسم کی روحانی بیماریوں سے پاک ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہم کتاب و سنت کی روشنی کو مشعل راہ بنائیں اور کسی ہادیٔ کامل و اکمل کی صحبت میں رہ کر مدتِ مدیدہ تک استفادہ کریں اور اپنا تزکیۂ نفس کرائیں۔ کیونکہ بغیر شیخ کامل کی صحبت و رہنمائی کے موجودہ دور میں جادۂ منزل طے کرنا انتہائی مشکل اور تقریباً ناممکن ہے الا یہ کہ حق تعالیٰ سبحانہٗ نے کسی کو مادرزاد ولی پیدا کیا ہو اور ایسا بہت ہی کم بلکہ شاذ ہی ہوتا ہے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ مختلف فنون کے لئے مختلف لوگ ہوتے ہیں "لکل فن رجال" بڑھئی کا کام بڑھئی کے پاس رہ کر بڑھئی کی رہنمائی میں کام کرنے سے آتا ہے، لوہار کا کام لوہار کی شاگردی اختیار کرنے سے آتا ہے غرضیکہ ہر فن کسی ماہر فن کی خدمت میں رہنے سے ہی حاصل ہوتا ہے جب تک استاد شاگرد کے ہاتھ سیدھے نہ کرائے وہ فن نہیں آتا۔ اسی طرح علم روحانی کا حصول اور تزکیۂ نفس بھی کسی ماہرِ روحانیات اور عالم ربانی کی خدمت میں مدت مدیدہ تک رہنے سے ہی ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو علمائے ربانیین کی خدمت میں رہ کر ان کے فیوض و برکات سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سرخرو ہو کر اور تزکیۂ نفس کی دولت سے مالا مال ہو کر دنیا سے رخصت ہوں۔ آمین یا الٰہ العالمین!

بقیہ: ادارتی نوٹ

حضرات اپنے اسمائے گرامی سے پیشتر "حافظ، قاری، مولوی، مولانا، حاجی وغیرہم القابات بالالتزام لکھتے اور لکھواتے ہیں۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ یہی ذی علم اور صاحب لقب حضرات "خدام الدین" کی رقوم ہضم کر جاتے ہیں۔ خطوط کا جواب نہیں دیتے۔ نوٹسوں کو پی جاتے ہیں پرچہ بند ہو جاتا ہے تب بھی ٹس سے مس نہیں ہوتے حتیٰ کہ جب نادہندہ افراد کے ساتھ ان کے نام شائع ہوتے ہیں انہیں پھر بھی حیا نہیں آتی۔ حالانکہ ہم سخت مجبور ہو کر یہ ناپسندیدہ فعل کرتے ہیں۔ اس حقیقت کے برعکس جو کاروباری لوگ ہیں اور پیشہ ور اخبار فروش ہیں ان کی طرف سے بہت کم شکایت ہوتی ہے۔ کیا دین کے نام پر دھبہ نہیں کہ ہم "قاری" حافظ کہلائیں لیکن خیانت کے مجرم ہوں وہ بھی ایک دینی ادارے کے۔

ہمارا روئے سخن ان قارئین کی طرف بھی ہے جو اخبار فروشوں سے پرچہ "خدام الدین" لیتے ہیں اور ایجنٹس کی تضحیک اور ہماری مالی مشکلات کا سبب بنتے ہیں۔ آپ میں سے اکثر حضرات نے یہ مثال سنی ہوگی کہ مغربی ممالک میں اخبار فروش بچے ایک جگہ اخبار رکھ دیتے ہیں۔ خریدار قیمت وہیں رکھ کر اخبار لے جاتے ہیں کبھی بددیانتی کی اطلاع نہیں ملی۔ کاش یہ غایت درجہ ایمان داری ہم مسلمانوں میں ہوتی جو غریب اخبار فروشوں کی رقوم شاید حلال سمجھ کر کھا جاتے ہیں۔

ہم اسلام کے نام پر "خدام الدین" کے قارئین سے اپیل کرتے ہیں کہ کم از کم اس دینی پرچہ کا تو گلا نہ گھونٹیں اسے پڑھنے کا شوق پیدا کریں اور بروقت ادائیگی کریں تاکہ ہم ایجنٹ حضرات سے وصول کر سکیں اور ان کے پاس رقم ہضم کرنے کے لئے کوئی عذر نہ ہو۔

پروگرام

شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

۷ ستمبر: بروز ہفتہ ۵ بجے شام بذریعہ ریل کار روانگی برائے سرگودھا۔ جمعیۃ علماء اسلام کے زیر اہتمام سہ روزہ سیرت کانفرنس میں شرکت فرمائیں گے۔ (حاجی بشیر احمد)

خط و کتابت کرتے وقت
خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

اسلام کا معاشی نظام

مولانا شمس الحق افغانی (تمغۂ امتیاز)
سابق وزیر معارف شرعیہ ریاستہائے متحدہ بلوچستان حال شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور

(گذشتہ سے پیوستہ)

مُسلم اور حربی، عبد اور مولیٰ میں

جوازِ ربوٰ نہیں بلکہ عدم وجود ربوٰ ہے

بعض مغرب زدہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ فقہ میں مسلمانوں اور حربی، مولیٰ اور غلام کے درمیان ربوٰ کی صورت کو جائز قرار دیا گیا ہے، یہ غلط ہے۔ ان دونوں صورتوں میں فقہ نے جواز ربوٰ کا فتویٰ نہیں دیا بلکہ ربوٰ کے وجود سے انکار کیا۔ یعنی ان دونوں صورتوں میں ربوٰ شرعی متحقق نہیں۔ نہ یہ کہ ربوٰ شرعی متحقق ہے لیکن جائز ہے۔ ان دونوں صورتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ربوٰ کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ بلا عوضِ مقابل کسی دوسرے شخص کا معصوم مال حاصل کیا جائے۔ عبد اور مولیٰ میں اگر کوئی ایسا تبادلہ ہو جائے کہ مولیٰ نے غلام کے ہاتھ سے دو روپے ایک روپے کے عوض میں لئے تو چونکہ عبد اور غلام کے وہ دو روپے در حقیقت خود مولیٰ کے ہیں، اس لئے دو مالکوں میں تبادلہ نہیں ہوا۔ بلکہ یہ ایسا ہوا کہ ایک مالک نے کسی شخص یعنی غلام کے پاس ایک روپیہ بطور امانت رکھا اور دو روپے اپنے جو اس کے پاس تھے، وہ واپس لے لئے۔ اس طرح حربی کا مال مباح ہے۔ شکار اور صید کی طرح اس کی ملکیت نہیں۔ مالک حقیقی نے اس کی ملکیت کو ختم کیا ہے۔ اب صرف قبضہ ہی فیصلہ کن ہے۔ جب حربی کے مال پر قبضہ کیا گیا تو یہ ایسا ہے جیسے شکار پر قبضہ کیا جائے۔ یہ بھی دو مالکوں میں تبادلہ نہیں یہی راز ہے کہ فقہاء نے ان دونوں صورتوں میں یہ لفظ استعمال نہیں کیا یجوز الربوٰ بین المسلم والحربی و بین العبد و مولاہ۔ بلکہ یوں تعبیر کی کہ لا ربوٰ بین المسلم والحربی ثم ولا بین العبد ومولاہ یعنی دونوں صورتیں سرے سے ربوٰ نہیں۔ اور نہ ربوٰ کا شرعی مفہوم ان میں موجود ہے۔

اسلام نے اکتنازیت اور احتکاریت

اور وسائل رزق پر ایک طبقہ کا قبضہ ختم کیا

اور اشتراکیت کے خلاف شخصی حریت کو برقرار رکھا

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم جو مال کا خزانہ جمع کرتے ہیں اور فقراء پر خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خبر سنا دو۔ (قرآن) الذی جمع مالاً وعددہ یحسب ان مالہ اخلدہ کلا لینبذن فی الحطمۃ جو لوگ مال جمع کرتے ہیں اور گن گن کر اس کو رکھتے ہیں۔ ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ (قرآن) صحیح مسلم میں معمر مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں۔ من احتکر فھو خاطی جو انسانی خوراک کو گرانی کی نیت سے ذخیرہ کرے وہ مجرم ہے۔ قرآن نے یہ ارشاد فرما کر ایک طبقہ کے انسانی ذرائع معاش پر قبضہ کرنے کو رد کیا۔ خلق لکم ما فی الارض جمیعا وجعلنا لکم فیھا معایش یعنی زمین کے تمام ذرائع معاش سے استفادہ کرنا تمام انسانوں کا حق ہے۔ ہر انسان اپنی فطری قوۃ فکر و عمل سے اکتساب رزق حلال اور اضافہ ملکیت شخصی میں حدود شریعت کے اندر رہ کر آزاد ہے اور مالداری کا فطری تفاوت عین فطرت و حکمت ہے۔ نحن قسمنا بینھم معیشتھم ورفعنا بعضھم فوق بعض درجات لیتخذ بعضھم بعضاً سخریا ہم نے فطرتاً اکتساب معیشت کی قوتیں انسانوں میں تقسیم کی ہیں اور ان میں اونچ نیچ رکھی ہے تاکہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔ بیضاوی لکھتے ہیں کہ ایک دوسرے کو اپنے کاموں کے لئے استعمال کر سکیں۔ اور ان میں الفت اور نظم قائم ہو تاکہ نظامِ عالم درست رہ سکے۔

●

حکمت تفاوتِ مالی

جس حکمت کی طرف قرآن نے اجمالی اشارہ کیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ نظم بشری اور جماعتِ بشریہ کی تالیف ایک اہم نصب العین ہے۔ انسانی فطرت دیگر حیوانات کے برخلاف اجتماعیت کی مقتضی ہے۔ ہر حیوان بجز انسان کے الگ تھلگ رہ سکتا ہے۔ لیکن انسان مدنی الطبع ہونے کی وجہ سے اجتماعیت کے بغیر ایک لمحہ کے لئے بھی انفرادی صورت میں زندگی نہیں گزار سکتا۔ انسان کو کپڑے کی ضرورت ہے تاکہ رفع حر و قر یعنی گرمی اور سردی سے بدن کی حفاظت کر سکے۔ کپڑا سوت سے بنتا ہے لہٰذا اس کو ایک مزارع کے تعاون کی ضرورت ہے کہ وہ کپاس کاشت کرے۔ پھر اس کو کپاس میں سے روئی اور بنولے کو ایک دوسرے سے جدا کر دینے کے لئے ایک اور معاون کی ضرورت ہے۔ روئی کو کات کر دھاگہ بنانے کے لئے وہ کاتنے والے کا محتاج ہے۔ دھاگہ حاصل ہونے کے بعد اس کو جولاہے کی ضرورت ہے کہ کپڑا تیار کر دے۔ سینے کے لئے اس کو درزی اور رنگانے کے لئے رنگ ساز کی ضرورت ہے۔ اس پوری جماعت کے تعاون کے بعد وہ کپڑے سے استفادہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر اونی اور ٹسری کپڑا ہو یا عورتوں کے لئے ریشمی کپڑا تو ان سب میں ایک انسان کو دیگر متعدد انسانوں کی اعانت کی ضرورت ہے کیونکہ ایک انسان خود تنہا یہ سب کام انجام نہیں دے سکتا۔

اسی طرح انسان کو مکان کی بھی ضرورت ہے۔ جس میں اینٹ، چونہ، پتھر اور سیمنٹ حاصل کرنے کے لئے اس کو دوسرے انسانوں سے مدد لینی پڑتی ہے۔ لکڑی کے کام کے لئے بڑھئی اور نجار اور لوہے کے کام کے لئے لوہار، تعمیر کے لئے معمار اور مزدور کی ضرورت ہے، جب کہیں جا کر مکان تیار ہو گا۔ علیٰ ہذا القیاس خوراک کی فراہمی کے لئے غلہ کاشت کرنے والا، پیسنے والا، توا یا تنور بنانے والا، ہنڈیا تیار کرنے والا، گھی اور مصالحہ فراہم کرنے والے کی امداد کی ضرورت ہے۔ جگہ صاف کرنے

کے لئے بھنگی - حجامت کرنے کے لئے حجام اور کپڑے دھونے کے لئے دھوبی کی ضرورت ہے - اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی پوری زندگی کا نقشہ انفرادی نہیں ، اجتماعی ہے - اور انسان کا یہ اجتماعی نظام حیات حاجت پر مبنی ہے - اسی حاجت کی وجہ سے افرادِ انسانی میں ربط ، جوڑ اور نظم قائم ہے - اگر سب انسان مالداری میں برابر ہوں تو ایک انسان دوسرے سے کس طرح کام لے سکے گا - مثلاً اگر مساوی انسانوں میں سے ایک دوسرے سے کہے کہ میری حجامت بناؤ تو وہ کہہ سکتا ہے کہ تم میری حجامت بناؤ - میں تم سے کس بات میں کم ہوں - یا یہ کہے کہ میرے کپڑے دھو ڈالو تو وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ تم میرے کپڑے دھو لو ، کیونکہ ہم دونوں برابر ہیں - قلی سے کہا جائے کہ یہ صندوق اُٹھاؤ تو وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں کیوں اُٹھاؤں ، مجھے اٹھانے کی حاجت نہیں تم خود اُٹھاؤ - بہر حال کام لینے کے لئے تفاوت کا وجود ضروری ہے کہ کام لینے والا کام کا محتاج ہو اور کام کرنے والا اُجرت اور پیسے کا محتاج ہو - اسی طرح عمل اور مال میں تبادلہ ممکن ہو سکے گا - اور اگر مال یکساں ہو تو یہ تبادلہ ممکن نہیں ہر انسان کو اپنا کام اور عمل خود کرنا پڑے گا اور انسانوں کی ربطِ باہمی کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ مدارِ ربط حاجت ہے - یہ قدرت کا عجب انصاف ہے کہ ربط قائم کرنے کے لئے مالی تفاوت کی ضرورت تھی تا کہ کم مال والا ، مالدار کے لئے کام کر کے مال کما سکے - لیکن اگر حاجت صرف عامل کی طرف سے ہوتی تو مالدار فرعون بے سامان بن جاتا - لہٰذا قدرت نے دو طرفہ حاجت کا نظام قائم کیا ہے - عامل اور مزدور کو مال کی حاجت ہے اور مالدار کو قدرت نے عمل کا محتاج بنایا تا کہ دو طرفہ حاجت کی وجہ سے ہر ایک دوسرے کا محتاج رہے اور کسی میں شانِ استغناء اور بے نیازی پیدا نہ ہو کہ کوئی ایک دوسرے پر زیادتی کر سکے -

جوشِ عمل کے لئے حریت کی ضرورت

اسلام نے شخصی ملکیت کو برقرار رکھ کر مالکانِ ملکیت کے تعطل کو دور کر کے ان میں جوشِ عمل پیدا کیا - اور ان کو حیوانیت سے اُٹھا کر مقامِ شرفِ انسانیت پر پہنچایا تا کہ وہ نظام اشتراکی کی طرح حکومت کے لئے مشین بن کر کام نہ کریں - بلکہ ایک مالکِ با اختیار کی طرح سعی و عمل میں مصروف رہیں - اشتراکی معاشی نظام میں انسان دیگر انسانوں پر خدائی قائم کرتا ہے - اور اس کی تمام قوتوں کو خود مختارانہ نہیں بلکہ اپنے منشاء کے مطابق استعمال کرتا ہے - جس سے وہ انسان نہیں رہتا بلکہ حکومت کی ایک مشین بن جاتا ہے - قرآن نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں واضح کیا ‌وان لیس للانسان الا ما سعٰی وان سعیہ سوف یریٰ کہ انسان اپنی کوشش اور جد و جہد سے آزاد استفادہ کرنے کا مالک ہے اور جو کچھ اپنی سعی سے کمائے گا اس کو وہ دیکھ پائے گا - وھل تجزون الا ما کنتم تعملون انسان کو اپنے ہی عمل کا بدلہ ملے گا - یہ قانون انسان کے دینوی و اُخروی دونوں قسم کے اعمال پر حاوی ہے - اشتراکی انسان سے جانور کی طرح کام لے کر اسے گھاس پارہ کھلاتا ہے جو انسان کو حیوان بنانے کے مترادف ہے - (ماخوذ)

یہ ننھے صحابہ

رضوان اللہ علیہم اجمعین

جس زمانہ میں مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا تھا حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نہایت امن و امان کی زندگی بسر کر رہے تھے کیونکہ پہلے زمانہ سے انہوں نے ولید بن مغیرہ سے بات چیت کر کے اس کے نئے جوار اور پڑوسی کی حفاظت پر معاہدہ کر لیا تھا - اگر کوئی عثمان بن مظعون کو ستاتا تو ولید بن مغیرہ ان کا دفاع کرتا مگر حضرت عثمان بن مظعون نے جب دیکھا کہ ان کے بہت سے مسلمان بھائی کفار و مشرکین کے ہاتھوں رات دن ستائے جا رہے ہیں تو ان کو اپنے آرام کی زندگی پر افسوس ہوا کہ میں تو چین سے رہوں اور میرے ساتھی دکھ کی زندگی بسر کریں یہ اسلامی اخوت و غیرت کے خلاف بات ہے اور دل میں سوچا کہ ایک مشرک آدمی کی حفاظت و جوار میں رہ کر میرا صبح و شام آزادی سے چلنا پھرنا اور میرے ہم مذہبوں اور دوستوں کا رات دن مصیبت برداشت کرنا ضرور میرے اندر کسی بڑے نقص کی وجہ سے ہے - یہ سوچ کر ولید بن مغیرہ سے جا کر کہا کہ اے ابو عبد شمس ! تم نے اپنی ذمہ داری نباہی اب میں تیرے جوار کو واپس کرتا ہوں اور آئندہ سے تم میری حفاظت کے ذمہ دار نہیں رہو گے - یہ سن کر ولید بولا کہ بھتیجے ! ایسا کیوں کرتے ہو ؟ شاید تم کو میری قوم نے اذیت پہنچائی ہے - عثمان نے کہا نہیں بلکہ میں اللہ عزو جل کے جوار و حفاظت پر راضی اور خوش ہوں ، میں نہیں چاہتا کہ اس کے سوا کسی اور کی حفاظت کو قبول کروں - تم مسجد حرام میں چلو اور وہاں مجمع میں علانیہ اپنی برأت کا اعلان کرو - جس طرح میں نے صاف طور سے تم سے اپنی برأت کر لی ہے - اس کے بعد حضرت عثمان اور ولید دونو مسجد حرام میں گئے اور ولید نے مجمع عام کو خطاب کر کے کہا کہ یہ عثمان ہیں انہوں نے میرے پاس آ کر کہا کہ میں تمہاری حفاظت سے الگ ہوتا ہوں حضرت عثمان نے کہا کہ ہاں بے شک میں بری ہوں - تم نے واقعی وفاداری کی مگر اب میں اللہ کے سوا کسی اور کی پناہ لینا نہیں چاہتا - اسی لئے میں نے ولید کی پناہ کو اسے واپس کر دیا - مجمع عام میں دونوں نے اپنی اپنی برأت کا اعلان کر دیا - اور اپنے اپنے گھر چلے گئے - واپسی پر حضرت عثمان نے دیکھا کہ ولید بن ربیعہ شاعر (جو اب تک اسلام نہیں

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

نیک دل حکمران

(مجیب عالم عکس)

اُموی خاندان کے دورِ حکومت میں حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسا متقی و پرہیزگار کوئی دوسرا بادشاہ نہیں گذرا۔ عمر بن عبدالعزیز جو کہ حضرت عمر کے فرزند جناب عاصم کے نواسے تھے۔ حسب وصیت سلیمان بن عبدالملک ۱۰ صفر ۹۹ھ مطابق ۷۱۷ء مسندِ خلافت پر اس وقت بیٹھے جب کہ اُموی سلطنت کے پھریرے کی چھاؤں اگر ایک طرف گلستانِ اندلس پر پڑ رہی تھی تو دوسری طرف پنجاب کے سبزہ زاروں پر سایہ فگن تھی۔

دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کے مالک و مختار ہونے کے بعد آپ نے سب سے پہلے مسجد میں برسر منبر یہ فرمایا کہ اے مسلمانو! ہماری ہدایت کے لئے قرآن شریف اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ابھی موجود ہیں۔ جب تک ان دو مقدس چیزوں کے مطابق عمل کروں اور تم کو احکام دوں تو میرا حکم مانو۔ اور جب میں ان سے علیحدہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کروں تو تمہیں چاہیئے کہ میرے احکام کی تعمیل نہ کرو اور میں کسی طرح سے بھی تم سے بہتر و افضل نہیں ہوں۔ لیکن اب جبکہ مجھ کو ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں تو مجھ کو لازم ہے کہ ان کو قرآن و سنت کے مطابق پورا کروں"

یہ خطبہ دینے کے بعد آپ دارالامارت کی طرف چلے۔ تو حسبِ دستور پولیس کا ایک اعلیٰ افسر وردی پہنے برچھا ہلاتا ہوا آگے آگے چلا۔ آپ نے اس افسر کو یہ کہہ کر ہٹا دیا کہ میں بھی عام مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان ہوں۔ مجھے اس شاہی طمطراق کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور پھر جب قصرِ شاہی میں تشریف لائے تو تمام لوازماتِ شاہانہ کو جس میں کاشانی مخملیں فرش، دیبا و حریر و زربفت کے پردے، جلی آئینے، سنہری و روپہلی ظروف، زرنگار کرسیاں و پلنگ اور شاہی اصطبل کے وہ گھوڑے جن پر جواہرات ٹکے ہوئے چار جامے پڑے ہوئے تھے اور سونے کے کام کی زینیں کسی ہوئی تھیں سب کو نیلام کر کے ان کی قیمت بیت المال میں جمع کروا دی۔ پھر یہی نہیں کیا بلکہ اپنی بیوی کی طرف بھی متوجہ ہوئے اور کہا کہ اگر تم کو مجھ سے محبت ہے اور میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو۔ تو تمہارے والد نے جو قیمتی زیورات اور زر و جواہر دیئے ہیں وہ سب بیت المال کا حصہ ہیں کیونکہ وہ وہیں سے لئے گئے تھے۔ ان سب کو بیت المال میں جمع کروا دو۔ اور اگر تم کو یہ جواہرات وغیرہ عزیز ہیں تو مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ۔ آخر ان کی رگوں میں بھی کچھ نہ کچھ ابراہیمی خون دوڑ رہا تھا۔ ویسے بھی ان کے سامنے شاہان عجم وغیرہ کے مُرصع تاج اور جواہرات آتے تھے۔ دل بھرا ہوا تھا نذیدی نہ تھیں اور ویسے بھی مُتقی شوہر کا پاکیزہ حکم ماننا ضروری تھا۔ چنانچہ تمام زر و جواہر بیت المال میں بھجوا دیئے۔

اس متقی شہنشاہ کی رحم دلی غربا پروری کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات معمولی نوکروں کا کام بھی خود ہی کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ گرمی کے موسم میں آپ آرام فرما رہے تھے اور ایک کنیز پنکھا جھل رہی تھی۔ پنکھا جھلتے جھلتے اس کو بھی نیند آ گئی۔ جب پنکھے کی ہوا رُکی تو آپ کی آنکھ کھل گئی۔ دیکھا کہ کنیز سو رہی ہے۔ آپ نے سوتی ہوئی کنیز کو جگانا مناسب نہ سمجھا اور خود اس کو پنکھا جھلنا شروع کر دیا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو یہ دیکھ کر دم بخود رہ گئی کہ خلیفۂ وقت اس کو پنکھا جھل رہے ہیں۔ لیکن آپ نے یہ کہہ کر اس کی تسلی کر دی کہ آخر تم بھی انسان ہو تم کو بھی تو گرمی لگتی ہو گی۔ اسی طرح ایک مرتبہ کسی مہمان سے بات چیت کرتے کرتے رات زیادہ ہو گئی اور غلام سو گیا۔ ادھر چراغ میں تیل نہ ہونے کی وجہ سے چراغ جھلملانے لگا۔ مہمان نے چاہا کہ غلام کو اٹھا دیں تا کہ وہ تیل ڈال دے۔ لیکن آپ نے خود اُٹھ کر تیل ڈالا اور غلام کو سونے دیا۔ اور پھر مہمان سے فرمایا کہ یہ بھی میری طرح انسان ہے۔ چراغ میں تیل ڈالنے سے میری عزت نہیں گھٹ گئی۔ میں جب بھی عمر بن عبدالعزیز تھا اور اب بھی عمر بن عبدالعزیز ہوں۔

آپ سنت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر عمل پیرا ہونے کی حتی المقدور کوشش کرتے تھے اور یہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک صوبائی گورنر نے آپ کو تحریر کیا کہ یہاں پر ایک شخص آپ کو گالیاں دیتا ہے۔ میں نے اس کے لئے قتل کی سزا تجویز کی ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ نے اس کو جواباً کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور ہستی کو گالی دینے کے جرم میں سزائے موت نہیں دی جا سکتی۔ اس کو فوراً رہا کر دو۔

آپ ہر مجرم کو سزا دینے سے پہلے اس کے جرم پر بہت کچھ غور و فکر کرتے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ناحق پھنس جائے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک اس وقت کے امیرالمومنین کا یہ فرض تھا کہ وہ اپنی رعایا کو اس ماں کی طرح دیکھے جس کو اپنے بچوں سے بڑی محبت ہوتی ہے۔ یا اس چرواہے کی طرح جس کو اپنے اونٹوں سے بڑا پیار ہوتا ہے۔ امیرالمومنین کو چاہیئے کہ وہ اللہ کے سامنے جھکے۔ رعایا کو منکرات و فواحش سے روکے کیونکہ بروز حشر خدا کے سامنے جوابدہ ہونا ہے۔ اب یہ اور بات ہے کہ آپ کے بعد کوئی امیرالمومنین اس صفت کا نہیں ہوا۔ بہرحال اس فرض شناسی کے جذبے سے سرشار ہو کر آپ نے اپنی حکومت کے دیگر محکموں کے علاوہ جیل خانہ جات کی بھی کافی اصلاح کی۔ مثلاً مسلمان قیدیوں کو اس طرح بیڑیاں پہنائی جاتیں کہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکیں۔ رات کو سوتے وقت تمام قیدیوں کی بیڑیاں اتار دی جاتیں تاکہ وہ آرام سے سو سکیں۔ جاڑوں میں گرم کپڑے دیئے جاتے۔ ہر قیدی کا وظیفہ مقرر تھا۔ باقاعدہ رجسٹر

ہوتا - داروغۂ جیل ہر مہینے رجسٹر دیکھ کر قیدیوں کو رہا کرتا - اس کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا کہ کہیں کوئی قیدی میعاد سے زیادہ دن نہ رہ جائے - اس کے لئے داروغۂ جیل یعنی جیلر ایسے خدا ترس اور عالم با عمل کو مقرر کیا جاتا کہ جو قیدیوں کی ہر ممکن طریقہ پر اچھی طرح نگہداشت کر سکے -

ایک مرتبہ ابوطفیل بن عامر بن واثلہ کا وظیفہ بند کر دیا گیا - ابو طفیل آپ کے پاس آیا اور کہا کہ میرا وظیفہ کیوں بند کر دیا گیا - آپ نے فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اپنی تلوار پر نئی باڑھ رکھوائی ہے - نیزے میں نئی انی لگوائی ہے - برچھی کی دھار کو تیز کروایا ہے - کمان پر غلاف چڑھوایا ہے اور امام غائب کا انتظار کر رہے ہو کہ وہ نکلیں تو ان کے ساتھ مل کر خروج کروں اب جب وہ ظہور کریں گے تو وہی تمہیں وظیفہ دیں گے -

ابو طفیل بن عامر نے کہا کہ اور اب جو تنگی میں اٹھا رہا ہوں تو اس کی باز پرس خداوند عالم تم سے نہ کرے گا - یہ سن کر آپ پر رقت طاری ہو گئی اور فوراً وظیفہ دلوا دیا -

خلیفہ ہونے سے پہلے آپ بڑے جاہ و حشم اور شان و شوکت سے رہا کرتے تھے - چنانچہ جب آپ مدینہ سے دمشق کو چلے تو ۳۰ اونٹوں پر آپ کا سامان لد کر آیا تھا - لیکن خلیفہ ہوتے ہی دنیاوی جاہ و جلال سے سخت نفرت ہو گئی - اسی لئے آپ نے اپنے لئے تمام مراسم خسروانہ کو بند کر دیا تھا اور پھر بھی اگر کوئی آپ کی تعظیم کرتا تو آپ اسے منع کر دیتے اور کہتے کہ میں بھی مسلمانوں کی طرح ایک عام مسلمان ہوں - میرے ناتواں کندھوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام امت کا بوجھ آ پڑا ہے - قیامت کے دن مجھ سے ایک ایک شخص کے متعلق پوچھا جائے گا کہ فلاں آدمی بھوکا کیوں رہا - اور فلاں شخص کا حق کیوں غصب ہوا - تم کو حاکم اس لئے نہیں بنایا تھا کہ میرے بندوں کی طرف سے لاپرواہ ہو جاؤ - چنانچہ اسی قلندرانہ جذبے کے تحت ایک مرتبہ آپ کا دل انگور کھانے کو چاہا لیکن آپ کے پاس ایک درہم بھی نہ تھا - آپ بیوی کے پاس آئے اور کہا کہ اگر تمہارے ایک درہم ہو تو مجھے دے دو - اس وقت میرا دل انگور کھانے کو چاہ رہا ہے - قدسی صفت بیوی نے کہا کہ جب خلیفۂ وقت کے پاس درہم نہیں تو پھر میرے پاس کہاں اور تعجب ہے کہ آپ خلیفہ ہو کر انگور نہیں خرید سکتے - آپ نے فرمایا یہ سچ ہے میں خلیفۂ وقت ہوں - ایک درہم کیا سو درہم کے انگور خرید سکتا ہوں - لیکن اگر آج قوم کے پیسے سے انگور کھا لوں تو کل روزِ حساب خدا کو کیا جواب دوں گا اور پھر ان درہموں کا ہار میری گردن میں ڈالا جائے گا - تو اس سے بہتر یہ ہے کہ اپنی نیک کمائی کا انگور کھاؤں - اور اگر یہ ممکن نہیں تو پھر بہتر یہی ہے کہ میں انگور ہی نہ کھاؤں -

اسی طرح ایک مرتبہ عید الفطر کے موقع پر بیوی نے کہا کہ عید قریب آ گئی ہے اور بچوں کے پاس نئے کپڑے نہیں ہیں - عید کے دن سب کے بچے نئے نئے کپڑے پہن کر عید گاہ کو جائیں گے اور اپنے بچے پھٹے پرانے کپڑے پہنیں گے - یہ سن کر آپ نے بیت المال کے خزانچی کو رقعہ لکھا کہ ہماری تنخواہ ایک مہینے کی پیشگی دے دو - خزانچی بھی بڑا پرہیز گار و متقی تھا حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ تمام خزانہ خلیفۂ وقت کے لئے ہے مجھے دینے میں کوئی انکار نہیں - لیکن امیر المومنین کو یہ کیونکر یقین ہو گیا کہ آپ ایک مہینے تک زندہ رہیں گے - یہ سن کر آپ نے بہت تاسف کیا - اور پیشگی تنخواہ لینے سے انکار کر دیا - چنانچہ دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کے حکمران کے بچے عید کے دن نئے کپڑوں سے محروم رہ گئے -

اسی طرح ایک دفعہ نوکر نے آپ کے وضو کا پانی شاہی باورچی خانے کے چولہے پر گرم کر دیا تھا - لیکن جب آپ کو معلوم ہوا تو اس پانی سے وضو نہیں کیا - کہا کہ یہ جائز نہیں - رات کو جب تک آپ بیت المال کا کام کرتے سرکاری چراغ جلتا رہتا - اور جب اپنا نجی کام کرتے تو اپنے گھر کا چراغ جلا لیتے -

ایک مرتبہ آپ نے حکم دیا کہ دمشق کی جامع مسجد میں جو سنگ مرمر کی پچیکاریاں، رنگ برنگ کی گل کاریاں اور سونے چاندی کے جو پھول پتیاں بنی ہوئی ہیں ان اکھاڑ دیا جائے - کیونکہ نماز کے دوران نمازیوں کی نظریں ان نقش و نگار پر پڑتی ہیں تو عموماً دل دوسری طرف راغب ہو جاتا ہے - لیکن پھر لوگوں کے سمجھانے پر یہ حکم واپس لے لیا - یہ ہے ایک مسلمان کا مکمل ایمان اور اس کے تقوے کی انتہائی بلندی - امام زین العابدین کے انتقال پر آپ نے فرمایا کہ آج دنیا سے دنیا کا چراغ، اسلام کا جمال اور عابدین کی زینت چلی گئی -

آپ کی ان ہی خصوصیات کی وجہ سے ایک انبوہِ کثیر آپ کے دروازے پر ہر وقت موجود رہتا تھا - چنانچہ اس بھیڑ سے بچنے کے لئے آپ شہر سے باہر جا کر مقیم ہو گئے تھے - لیکن جب امورِ سلطنت میں کوتاہیاں ہونے لگیں تو پھر واپس دمشق آ گئے - اور جب پھر انبوہ سے طبیعت گھبرا گئی تو پھر حلب چلے گئے - لیکن جب یہاں بھی خلق خدا نے پیچھا نہ چھوڑا تو حمص میں قیام اختیار کیا - مگر حمص میں آ کر علیل ہو گئے - اور پھر یہاں سے ایک گاؤں دیر سمعان میں چلے گئے - یہاں دشمنوں نے سازش کر کے زہر دے دیا اور اس طرح ایک نیک دل حکمران کا کام تمام ہو گیا -

چنانچہ عمر بن عبدالعزیز خلیفۂ اسلام نے ۲۴ رجب سنہ ۱۰۱ ہجری مطابق سنہ ۷۱۹ء کو بہ عمر ۴۹ سال زہر سے شہادت پائی -

آپ متقی، پرہیزگار، دیانت دار، منصف مزاج، درویش صفت، خدا ترس اور نیک دل و عادل حکمران تھے -

آپ شکل و شمائل کے لحاظ سے گندمی رنگ، کتابی چہرہ، گھنی اور خوبصورت داڑھی اور بڑی بڑی آنکھیں رکھتے تھے - آپ نے اپنے پیچھے نو فرزند چھوڑے - عبدالعزیز، عبداللہ، عبدالرحمن، عبید اللہ، عثمان، عاصم، مسلمہ، زید اور سلیمان -

آپ نے اپنی قبر کے واسطے زمین مول لی تھی اور قبر کو پختہ نہ بنانے کی وصیت کی تھی - واقعی ایسے بے نظیر و بے مثال حکمران بار بار پیدا نہیں ہوتے - شاید اقبال نے ان ہی کے لئے کہا تھا -

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح

مکتوبات، علمی و ادبی تبرکات

مرتبہ: مولانا نسیم احمد فریدی امروہی

ایک استفتاء کا جواب

ایک سید صاحب نے حضرت شاہ صاحبؒ کو ایک مکتوب استفتاء کی شکل میں بھیجا تھا۔ اس کا جواب مع ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے جواب کا کچھ حصہ آخر سے حذف کر دیا گیا ہے جس کا اصل مطلب و مفہوم پر کوئی اثر نہیں پڑتا ——— استفتاء کرنے والے یہ سید صاحب کون ہیں؟ بیاض سے ان کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ جوابِ استفتاء کے آغاز میں ان کو حضرت شاہ صاحبؒ نے ان الفاظ سے مخاطب فرمایا ہے "سید صاحب عالی مراتب جامع الفضائل والمناقب الشدید فی دین اللہ کالسیف القاضب۔ الخ۔

بعد سلام مسنون واضح ہو کہ آپ کا مکتوب گرامی صادر ہوا (اس کو پڑھ کر) اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا گیا کہ اس زمانے میں بھی بڑے لوگوں میں حمیتِ دینی اور اللہ کے احکام کے بارے میں مضبوطی موجود ہے ——— اللہ تعالیٰ آپ جیسے حضرات کی تعداد دنیا میں اور زیادہ کرے۔

مہربانِ من! جواب سے پہلے چند مقامات کو ذہن نشین کر لینا ضروری ہے:۔

۱۔ کسی کلمہ گو کی تکفیر ایک ممنوع امر ہے صحیح حدیث میں وارد ہے کہ جس کسی نے اپنے بھائی (کسی کلمہ گو) سے مخاطب ہو کر "او کافر" کہا تو یہ کلمہ ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرے گا (یعنی اگر مخاطب در اصل کافر نہیں ہے تو کہنے والے کی طرف یہ کلمہ پلٹے گا ——— حتی الامکان تکفیر میں پیش قدمی نہ کرنی چاہئے۔ اسی لئے تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ جب کسی کے کلام کے اندر ایک صورت ایسی نکلتی ہے جس سے مطلب صحیح کا احتمال ہے اور چند صورتیں ایسی ہیں جو احتمالِ کفر رکھتی ہیں تو کلام کو اسی محمل صحیح پر رکھا جائے اور قائل کی تکفیر میں لب کشائی نہ کی جائے۔

۲۔ قاعدے کے مطابق تکفیر ضروریاتِ دین کے انکار سے تعلق رکھتی ہے لہذا محض سوءِ ادب یا انکار سے خالی، استخفاف کے باعث، یا کسی فعل بد اور ارتکابِ کبیرہ پر یا استخراجِ بدعت اور مختلف فیہ حلال کے حرام کرنے یا مختلف فیہ حرام کے حلال کرنے کے سبب کفر لازم نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ "ایمان" کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ ——— جن احکام و ہدایات کے متعلق بالیقین اور بالبداہت یہ معلوم ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کے آئے ان سب کے ماننے اور ان کی تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے (اور انہی چیزوں کو اصلاح میں "ضروریاتِ دین" کہا جاتا ہے) اور کسی امر کا ضروریاتِ دین سے شمار کرنا موقوف ہے تواتر اور ثبوتِ قطعی پر ——— جب اس قسم کے متواتر اور قطعی الثبوت امورِ دینیہ سے انکار ہوگا تو کفر یقینی طور پر لازم ہوگا مثلاً فرضیت صلوٰۃ و زکوٰۃ کا انکار اور شراب کا حلال قرار دینا اور (اسی طرح) نبیذ کا حرام کر دینا یا شیخینؓ کی تکفیر کرنا وغیرہ۔ ذالک ———

۳۔ تکفیر نہ کرنے اور تعدیل کرنے یعنی عدالت کا حکم لگانے (بالفاظ دگر عادل قرار دینے) کے درمیان بہت سے درجے اور کڑیاں ہیں اس لئے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ جس کسی پر ہم نے حکم تکفیر نہیں لگایا تو اس کے قول کو ہم نے پسند کر لیا یا اس کی بات کو جائز کہہ دیا بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک قول سے کافر تو نہیں ہوتا البتہ بدعتی و فاسق ہو جاتا ہے ——— اکثر ظاہر بین یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ جب علماء نے کسی کی تکفیر میں سکوت کیا تو اس سے اس شخص کے عقیدے کی تائید و تصویب لازم آ گئی۔ ایسا نہیں ہے اس بات کو اچھی طرح ملحوظ رکھنا چاہئے۔

جب یہ تینوں باتیں بطور مقدمہ و تمہید بیان ہو گئیں تو اب اس شخص کے بارے میں جس کے اقوال آپ نے تحریر فرمائے ہیں جو بات ظاہر ہوتی ہے دلائل کے ساتھ لکھی جاتی ہے۔

قائل کا قول اوّل یہ ہے کہ "سبِ صحابہؓ سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا" ——— غور طلب یہ امر ہے کہ اس کی مراد کیا ہے؟ اگر صحابہؓ سے جمیع صحابہؓ مراد ہیں حتیٰ کہ خلفاء راشدین اور ازواجِ مطہرات بھی ——— اس صورت میں اس کا یہ قول خطاء صریح ہے اس لئے کہ نزد حنفیہ سبِّ شیخینؓ اور حضرت عائشہؓ پر "تہمت" دھرنے سے کفر لازم آتا ہے اور اگر اس کی مراد یہ ہے کہ سبِ ہر صحابی کفر نہیں ہے تو یہ قول خطاء صریح نہیں ہے اس لئے کہ فقہاء حنفیہ بھی سبِ ہر صحابی کو کفر نہیں جانتے بلکہ بدعت و فسق سمجھتے ہیں اور گناہ کبیرہ کی حد تک پہنچاتے ہیں۔ قائل کا دوسرا قول یہ ہے کہ "جو شخص جتنا گناہ زیادہ کرے گا اس پر رحمت زیادہ ہوگی" یہ قول غلط فہمی کی بناء پر ہے اور اس کی غلطی کی بنیاد ان لطیفہ گو اور نازک خیال شعراء کا کلام ہے جنہوں نے بطور لطیفہ گوئی و نکتہ سنجی اپنی مایوسی کو دفع کرنے کے لئے اس بات کو ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ صاحبِ قصیدۂ بردہ (علامہ بوصیریؒ) کے بھی اسی مضمون کے دو شعر ہیں (جن کا ترجمہ یہ ہے):۔

۱۔ اے نفس اپنے گناہوں کے باعث جو اگرچہ بہت بڑے ہیں مایوس نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کے سامنے بڑے بڑے گناہ بھی چھوٹے ہیں۔

۲۔ جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی بارگاہ سے تقسیم ہوگی تو ممکن ہے کہ رحمت، بقدر گناہ ہر ایک کے حصے

ہیں آئے ۔۔

مدعا یہ ہے کہ گناہ کی بڑائی سے اپنے کو فکرمند نہ کیا جائے اور نا امید نہ ہوا جائے۔ اس لئے کہ رحمتِ الٰہی بقدرِ عصیاں، مقسوم ہے گناہ کبیرہ کا ازالہ رحمتِ کثیرہ کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔

اس شخص نے اپنی غلط فہمی سے یہ تو سمجھ لیا کہ گناہ، سبب رحمت ہے مگر یہ نہ سمجھا کہ اگر بالفرض گناہ سببِ رحمت بھی ہو تب بھی ایک نوعِ رحمت کا سبب ہے اور وہ "رحمتِ غفاری" ہے۔ (یعنی گناہ کی مغفرت والی رحمت) دوسری انواع رحمت بھی تو ہیں جو اس رحمت سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں وہ رحمتیں تو عاصی و گنہگار کو حاصل نہ ہو سکیں گی —— مثلاً بہشت کے درجاتِ عالیات / بلاحساب کتاب جنت میں داخلہ اور میدانِ محشر میں سرخروئی حاصل ہونا وغیرہ۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ وہ رحمتیں جو اہلِ تقوےٰ، معصومین اور محفوظین کے واسطے مخصوص ہیں۔ عاصی کا ان میں کوئی حصہ نہیں اور وہ بے چارہ ان کا حقدار نہ ہوگا۔ مگر اس قسم کی تمام باتیں غلط فہمی کی بنار پر کہی جاتی ہیں ان سے کفر تک نوبت نہیں پہنچتی —— جب تک صراحتہً یہ نہ کہہ دیا جائے کہ طاقت و تقوےٰ بالکل موجبِ رحمت نہیں۔ بس عصیان و گناہ ہی حقیقتہً سببِ رحمت ہے۔ ظاہر ہے کہ کلمۂ اسلام کا بولنے والا کوئی آدمی اس طرح کی بات صراحت کے ساتھ نہیں کہے گا۔

قائل کا تیسرا قول کہ ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی گستاخانہ حرکت کی۔ یہ افترائے محض ہے حاکمِ شرع کو چاہئے کہ اوّل اس سے اس افترا کی سند طلب کرے۔ ظاہر ہے کہ وہ کوئی سند نہ پیش نہ کر سکے گا۔ جب وہ سند پیش کرنے سے عاجز ہو تو اس کو انتالیس کوڑے کمالِ شدّت کے ساتھ لگوائے اور آئندہ کے لئے اس سے توبۂ نصوح کرائے کہ وہ اس قسم کے بہتان بزرگانِ دین پر نہ لگائے گا۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ اس قول کا منشاء حضرت صدیقہ رض پر ایک ظلم شنیع کا الزام لگانا ہے۔ اور غیر معصوم کو ظلم کے ساتھ منسوب کرنا موجبِ کفر نہیں ہے البتہ ان بزرگوں کے حق میں ظلم کی نسبت کرنا جن کی عدالت اور جن کا تقویٰ ثابت ہو چکا ہے موجبِ فسق و ضلالت ضرور ہے۔ یہ قول باب قذف سے بھی نہیں ہے (آیات سورۂ نور کے نزول کے بعد حضرت صدیقہ رض پر) قذف یا جماع، کفر ہے۔

قائل کا چوتھا قول کہ "سید اگرچہ صحابہ رض کو بُرا بھلا کہنے والا ہو بہرحال اس کی تعظیم لوگوں پر واجب ہے"۔ یہ غلط بات ہے اس لئے کہ جب یہ سید اس قسم کی قبیح حرکات کا مرتکب ہوگا اس کی تعظیم واجب نہیں اور اصل یہ ہے کہ نہی عن المنکر / امر بالمعروف اقامتِ حدود، قصاص، ادائے شہادت، ادائے امانت اور حکومت میں عدل و انصاف کے معاملے میں کسی طبقہ اور کسی قبیلہ کی تخصیص نہیں ہے ایک سید اور ایک نوربات ان امور میں برابر و مساوی ہیں۔ جبکہ سید، سبِّ صحابہ کے باعث کفر کا مرتکب ہو تو پھر سید کب رہا؟ وہ تو "غیر صالح عمل" کی وجہ سے "اہل" سے نکل گیا اور لیس من اھلک کا مصداق ہو گیا۔ ہاں اگر کوئی سید اس شخص کا کوئی خاص دنیاوی حق ضائع کر دے تو عزیمت اور بلند کردار کی بات یہ ہے کہ اس سے درگذر کرے اور انتقام نہ لے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی درگذر کے لئے فرمایا ہے۔ لیکن اگر حقوقِ دینی تلف کئے جائیں وہاں درگذر اور چشم پوشی مقبول و جائز نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قائل کا یہ قول بھی خطا و بدعت ہے اس بات کے کہنے سے کفر تک نوبت نہیں پہنچتی اس لئے کہ اہلِ بیت کے حق میں تعظیم بمعنی محبت کا واجب ہونا اور ان کو ایذاء نہ دینے کا حکم عموماً وارد ہوا ہے —— قائل کے دماغ میں اس عام کی تخصیص نہیں آئی کہ اس نے صحابہ کرام کو بُرا بھلا کہنے والے سید کے لئے بھی تعظیم واجب قرار دے دی۔ یا حقوقِ دینی اور حقوقِ انسانی میں باہم اس کو اشتباہ ہو گیا۔ اور اس نے دونوں قسم کے حقوق میں فرق نہ کرکے یہ بات کہہ دی —— بہرحال ضروریاتِ دین میں سے کسی بات کا انکار اس قول سے مفہوم نہیں ہوتا۔

بقیہ: یہ تھے صحابہ رض

لائے مجھے بعد میں اسلام لائے) قریش کی ایک مجلس میں قصیدہ سنا رہے تھے جب لبید نے کہا کہ:

الا کل شیئٍ ما خلا اللہ باطل۔

(ہر چیز اللہ کے سوا باطل ہے) تو عثمان نے کہا کہ تم نے بالکل سچ کہا اور لبید نے جب دوسرا مصرعہ کہا:

وکل نعیم لا محالۃ زائل

(اور ہر نعمت لامحالہ زائل ہو گی) تو عثمان نے کہا کہ تم نے جھوٹ کہا۔ جنت کی نعمت زائل نہیں ہوگی؛ اس پر لبید شاعرانہ طیش میں آیا اور کہا اے قریش والو! تمہاری مجلس میں مجھے کبھی تکلیف وہ بات نہیں سنائی جاتی تھی تم میں کب سے یہ بات پیدا ہو گئی ہے؟

اس پر جماعت سے ایک شخص بول اٹھا کہ یہ ان بے وقوفوں میں سے ہے جنہوں نے ہمارا دین چھوڑ دیا ہے۔ آپ اس کی باتوں کا خیال نہ کریں۔

حضرت عثمان رض نے اس شخص کا جواب دیا۔ اور بات بڑھ گئی۔ اس آدمی نے اٹھ کر حضرت عثمان رض کو ایک طمانچہ مارا جس سے ان کی آنکھ کو سخت تکلیف پہنچی۔ ولید بن مغیرہ قریب سے یہ تماشا دیکھ رہے تھا۔ بولا اے بھتیجے! تم سخت قسم کی پناہ میں تھے اور تمہاری آنکھ اس قسم کی چوٹ سے بے پروا تھی مگر تم نے خود ہی اسے ختم کر دیا۔

حضرت عثمان رض نے جواب دیا۔ واللہ میری یہ صحیح سالم آنکھ اس تکلیف کی محتاج ہے جو اس کی بہن (دوسری آنکھ) پا رہی ہے اور میں ایسے جوار میں ہوں جو سب سے زیادہ مضبوط اور باقدرت ہے۔ بے شک امن اللہ کا امن ہے۔

(الجمعیۃ۔ دہلی)

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں درس قرآن

منعقدہ ۳۰ جولائی ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

(۲)

میں عرض یہ کر رہا ہوں کہ پہلے دور میں مسلمان کس حد تک حریص تھے علوم اسلامیہ کے، کسقدر وہ متلاشی تھے علوم دینیہ کے —— الحمدللہ اللہ تعالےٰ نے مجھے بھی اور آپ کو بھی یہ سعادت بخشی کہ ہم کبھی کبھی یہاں پر مہینے میں ایک مرتبہ اکٹھے ہو جایا کرتے ہیں میرے بزرگو! اس اجتماع کو، اس اکٹھا ہونے کو اللہ تعالےٰ کا بہت بڑا فضل سمجھئے ورنہ ہم جیسے گنہگار، اپنے ناز و نعم میں ٹھہرنے والے، اپنے آراموں میں بسنے والے، کسل مند، سست طبیعت مزاج لوگ یہاں اکٹھے ہو جائیں، اللہ تعالےٰ کا فضل خصوصی اور اکرام خصوصی ہے کہ اُس نے ہم جیسے گنہگاروں کو اپنی رحمت سے نوازا — دیکھئے باہر بارش ہو رہی ہے۔ اس بارش میں ایبٹ آباد سے بعض دوست تشریف لائے، کیمبلپور سے بھی لائے، دوسری جگہوں سے تشریف لائے ہوں گے جن کو میں نہیں پہچانتا۔ اپنے کاموں کو چھوڑ کر آئے۔ اپنے کرائے خرچ کرکے آئے۔ کس لئے آئے؟ تاکہ واہ کینٹ میں جا کر قرآن مجید کا درس سنیں۔ تو یہ بہت بڑی سعادت ہے، بہت بڑی عبادت ہے ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اللہ اس فضل کو ہمیشہ قائم رکھے اور مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے —— میرے بھائیو! یہ سب کا سب فیض ہے ہمارے شیخ حضرتِ لاہوری نور اللہ مرقدہٗ کا کہ ان کے ساتھ جن کا تعلق حضرتِ لاہوریؒ کے ساتھ قائم ہُوا اس کے دل میں قرآن کی محبت اثر کر جاتی ہے کسی نہ کسی طریقے پر وہ قرآن کے ساتھ منسلک اور متعلق ہو جاتا ہے۔ اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِّاَبِيْهِ۔ بیٹا باپ کا رازدار ہوتا ہے، بیٹا باپ کا نمونہ ہوتا ہے۔ تو بیٹوں کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک ہوتا ہے بدنی یعنی نسبی بیٹا اور ایک ہوتا ہے روحانی بیٹا۔ کبھی کبھی روحانی بیٹے کا مقام نسبی بیٹے سے بڑھ جاتا ہے۔ روحانی بیٹا اس روح کو، اس نورِ حق کو اقتباس کرتا ہے اپنے شیخ سے جس سے کبھی کبھی بدنی بیٹا، نسبی بیٹا، قرب کے ہوتے ہوتے بھی محروم رہ جاتا ہے۔ تو الحمدللہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جتنے مرید اور معتقدین ہیں۔ یہ سارے آپؒ کی روحانی اولاد ہیں۔ ہر مرید اپنے شیخ کا روحانی بیٹا ہوتا ہے تو اگر اس کے بدن میں، اس کے عادات اور اخلاق میں، اس کے نظریات میں اپنے شیخ کی تعلیم کا اثر پیدا ہو جائے تو سمجھ لیجئے کہ نسبت اس کے ساتھ موجود ہے۔ اس کو کہتے ہیں اصطلاح میں نسبت۔ نسبت کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ جو انوار، جو اطوار، اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضائل اور جو برکات شیخ پر نازل ہو رہے تھے، وہی منتقل ہو جائیں مرید کے ذہن میں، مرید کے بدن میں، مرید کے خیالات میں، اسے کہتے ہیں عربی زبان میں اور تصوّف کی اصطلاح میں "نسبت"۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جن کا تعلق ہے ان میں ایک خاص نسبت تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ قرآن کے شیدائی تھے جنہوں نے پچاس سال تک قرآن مجید کا درس نہیں چھوڑا گھر میں میت رکھی ہے پھر بھی قرآن کا درس دے رہے ہیں، جیل میں ہیں تب بھی قرآن کا درس دے رہے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان نہیں ملتا تو ہندو کو قرآن کا درس سنانا شروع کر دیا۔ قرآن کے اس حد تک شیدا تھے۔

تو وہی نسبت منتقل ہوتی چلی آ رہی ہے آج حضرتؒ کے مریدوں میں —— یہ ہمارے واہ کینٹ کے دوست جو میرے سامنے بیٹھے ہیں، اللہ ان کی ہمتوں میں مزید برکت پیدا فرمائے۔ اور اللہ نظرِ بد سے سب کو بچائے، ان کے دل میں یہ لگن کس نے پیدا کی؟ حضرت شیخؒ کی صحبت نے، کہ آج یہ قرآن کا اہتمام کرتے ہیں، مہمانوں کی آؤ بھگت کرتے ہیں، اور پوری خندہ پیشانی کے ساتھ —— میرے روکنے کے باوجود یہ اس بات پر مصر ہیں کہ نہیں قرآن کے مہمانوں کی ہم ضرور خاطر تواضع کریں گے۔ اس سے ہمارے گھروں میں برکتیں پیدا ہوتی ہیں۔ حقیقت بھی ہے، ہم نہیں جانتے بھائی ان باتوں میں بڑی برکات ہوتی ہیں۔ اللہ کتنی کتنی مصیبتوں کو ٹال دیتے ہیں، جہاں پر قرآن مجید کی تلاوت ہو۔ تو جیسی نسبت ہوگی شیخ کے ساتھ، ویسا اثر پیدا ہوتا ہے مرید میں۔

اس پر میں ایک اور چھوٹی سی مثال عرض کر دوں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزارِ مقدس دہلی میں ہے۔ بڑے اونچے ولی تھے خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کے دستِ حق پرست پر ایک ہندو نے آ کر اسلام قبول کیا (ویسے آپ کے ہاتھ پر بہت سے کافر مسلمان ہوئے ہیں) ایک ہندو لڑکا مسلمان ہُوا تو یہ اس وقت تھا جب آپ تلاوتِ قرآن مجید میں مشغول تھے اور اس نے آکر اسلام کی درخواست کی۔ آپ نے اس کو مسلمان کیا، تو اس کے حالات میں میں نے پڑھا ہے۔ وہ نَو مُسلم جو تھا (پہلے ہندو تھا) اور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر اسلام کا شرف حاصل کیا۔ اُس کی پھر کیفیت یہ ہو گئی تھی کہ اس سے جو کوئی قرآن پڑھتا تھا وہ قرآن کا حافظ ہو جاتا تھا ——

اہل اللہ کی برکتیں ہوتی ہیں۔ یہ ساری کی ساری باتیں میرے بزرگو! کبھی حاصل نہیں ہو سکتیں روحانیت میں انسان جب تک قدم نہ رکھے۔ علم تو بھائی ایک ذریعہ ہے، ایک کسب ہے، علم اس وقت کامیاب ہو سکتا ہے

جب اس کے پیچھے روحانیت کا پارہ ہو ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

میں پہلے بھی عرض کرتا رہتا ہوں کہ ہمارے اکابر جو چمکے ہیں وہ اسی طریقہ پر چمکے ہیں کہ روحانیت کا ان میں امتزاج پیدا ہوا، روحانیت نے اپنا اثر دکھایا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو دنیا میں مشعلِ علم اور مشعلِ معرفت بنا دیا — تو الحمد للہ مجھ پر اللہ تعالےٰ کا احسان ہے، آپ پر اللہ تعالےٰ کا احسان ہے، اور ہر اُس انسان پر اللہ تعالےٰ کا احسانِ خصوصی ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے کسی بھی نیک بندے کی صحبت عطا کر دی۔ صحبت بہت بڑی چیز ہے بزرگو! صحبت سے حالات بدلتے ہیں۔

"گلستاں" ایک مشہور کتاب ہے ہماری فارسی کی — یہ سب درسِ قرآن ہے — آج کل تو لوگ فارسی وغیرہ نہیں پڑھتے — "گلستان" میں شیخ سعدیؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے، وہ تمثیلی واقعہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں ؎

گِلے خوشبوئے در حمّام روزے
رسید از دستِ محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری؟
کہ از بوئے دلآویزِ تو مستم
بگفتا من گِلے ناچیز بودم
ولیکن مدّتے با گُل نشستم

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

فرمایا کہ میرے ہاتھ میں ایک دن مٹی پہنچی کسی محبوب کے ہاتھ سے۔ اس مٹی کو جب میں نے سونگھا تو وہ کستوری اور عنبر کی طرح معطر تھی میں نے اس سے راز پوچھا کہ تُو تو کیچڑ ہے۔ کیچڑ میں خوشبو کہاں سے آئی؟ تو وہ کہنے لگی کہ واقعی میں کیچڑ ہوں لیکن جس گملے میں گلاب کا پھول تھا یا کوئی اور پھول کا پودا تھا، اُس گملے میں میں کافی زمانہ رہی تو اس خوشبو نے مجھ میں بھی اثر کر دیا۔

سو ہم گنہگاروں پر بھی یہ تھوڑے سے اثرات ہیں۔ یہ سب ان اکابرؒ کی دعاؤں اور برکات کا اثر ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں عمل کی توفیق سے نوازے اور اللہ تعالےٰ ان برکات میں کمی نہ فرمائے۔ بلکہ اِن برکات میں ازدیاد اللہ تعالےٰ فرماتا رہے۔ اور اسی برکت کا یہ ایک نتیجہ ہے کہ مہینے میں ایک دفعہ ہم یہاں جمع ہو جاتے ہیں اور الحمد للہ اس درس کے بڑے بڑے فیوضات ہیں انہی کی برکات سے میں دیکھتا ہوں آپ بھی سمجھتے ہوں گے کہ دُور دُور اس درسِ قرآن مجید کے اثرات پھیل رہے ہیں۔ اللہ ان میں اور بھی وسعت اور مزید ترقی فرمائے۔ آمین۔ (باقی آئندہ)

چوتھی سالانہ سہ روزہ سیرت کانفرنس

جمعیۃ علمائے اسلام سرگودھا کے زیرِ اہتمام چوتھی سالانہ سہ روزہ کانفرنس بتاریخ ۱۲، ۱۳، ۱۴، جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ مطابق ۶، ۷، ۸، ستمبر ۱۹۶۸ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار منعقد ہو رہی ہے۔ جس میں ملک کے مشاہیر علماء کرام و مقررین حضرات شرکت فرما رہے ہیں۔ مجلس استقبالیہ صرف مدعوین کے قیام و طعام کی ذمہ دار ہوگی۔

(الحاج محمد ابراہیم لودھیانوی ناظم مجلس استقبالیہ)

سالانہ جلسہ

مدرسہ حنفیہ تعلیم القرآن لنگر کسی حلقہ مری کا چودھواں سالانہ جلسہ مورخہ ۷، جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ مطابق یکم ستمبر ۱۹۶۸ء بروز اتوار منعقد ہو رہا ہے جس میں اکابرینِ ملت تشریف لاکر حالاتِ حاضرہ پر روشنی ڈالیں گے۔ لہٰذا تمام اہل اسلام بالخصوص حلقہ مری کے احباب سے اپیل ہے کہ مقررہ تاریخ پر تشریف لا کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔

کوئٹہ میں حضرت درخواستی کا ورود

حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی مدظلہ، ۲۰ جولائی کو کوئٹہ تشریف لائے اور ۲۵ جولائی تک قیام فرمایا۔ اس دوران انہوں نے متعدد مقام پر درسِ قرآن پاک اور درسِ حدیث مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم دیئے۔ سندیں عطا کیں۔ اسی دوران ایک عیسائی بھی جو ساہیوال سے آیا تھا بدست حضرت موصوف

اسلامی کیلنڈر سنہ ۱۳۸۸ ہجری المقدس

ایام	محرم الحرام					صفر المظفر					ربیع الاول					ربیع الثانی					جمادی الاول					جمادی الثانی				
جمعہ	-	۶	۱۳	۲۰	۲۷	-	۴	۱۱	۱۸	۲۵	-	۳	۱۰	۱۷	۲۴	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹	-	۷	۱۴	۲۱	۲۸	-	۵	۱۲	۱۹	۲۶
ہفتہ	-	۷	۱۴	۲۱	۲۸	-	۵	۱۲	۱۹	۲۶	-	۴	۱۱	۱۸	۲۵	۲	۹	۱۶	۲۳	-	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹	-	۶	۱۳	۲۰	۲۷
اتوار	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹	-	۶	۱۳	۲۰	۲۷	-	۵	۱۲	۱۹	۲۶	۳	۱۰	۱۷	۲۴	-	۲	۹	۱۶	۲۳	۳۰	-	۷	۱۴	۲۱	۲۸
پیر	۲	۹	۱۶	۲۳	۳۰	-	۷	۱۴	۲۱	۲۸	-	۶	۱۳	۲۰	۲۷	۴	۱۱	۱۸	۲۵	-	۳	۱۰	۱۷	۲۴	-	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹
منگل	۳	۱۰	۱۷	۲۴	-	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹	-	۷	۱۴	۲۱	۲۸	۵	۱۲	۱۹	۲۶	-	۴	۱۱	۱۸	۲۵	-	۲	۹	۱۶	۲۳	-
بدھ	۴	۱۱	۱۸	۲۵	-	۲	۹	۱۶	۲۳	-	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹	۶	۱۳	۲۰	۲۷	-	۵	۱۲	۱۹	۲۶	-	۳	۱۰	۱۷	۲۴	-
جمعرات	۵	۱۲	۱۹	۲۶	-	۳	۱۰	۱۷	۲۴	-	۲	۹	۱۶	۲۳	۳۰	۷	۱۴	۲۱	۲۸	-	۶	۱۳	۲۰	۲۷	-	۴	۱۱	۱۸	۲۵	-

ایام	رجب المرجب					شعبان المعظم					رمضان المبارک					شوال المکرم					ذوالقعدہ					ذوالحجہ				
جمعہ	-	۴	۱۱	۱۸	۲۵	-	۲	۹	۱۶	۲۳	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹	-	۶	۱۳	۲۰	۲۷	-	۵	۱۲	۱۹	۲۶	-	۳	۱۰	۱۷	۲۴
ہفتہ	-	۵	۱۲	۱۹	۲۶	-	۳	۱۰	۱۷	۲۴	۲	۹	۱۶	۲۳	۳۰	-	۷	۱۴	۲۱	۲۸	-	۶	۱۳	۲۰	۲۷	-	۴	۱۱	۱۸	۲۵
اتوار	-	۶	۱۳	۲۰	۲۷	-	۴	۱۱	۱۸	۲۵	۳	۱۰	۱۷	۲۴	-	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹	-	۷	۱۴	۲۱	۲۸	-	۵	۱۲	۱۹	۲۶
پیر	-	۷	۱۴	۲۱	۲۸	-	۵	۱۲	۱۹	۲۶	۴	۱۱	۱۸	۲۵	-	۲	۹	۱۶	۲۳	-	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹	-	۶	۱۳	۲۰	۲۷
منگل	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹	-	۶	۱۳	۲۰	۲۷	۵	۱۲	۱۹	۲۶	-	۳	۱۰	۱۷	۲۴	-	۲	۹	۱۶	۲۳	۳۰	-	۷	۱۴	۲۱	۲۸
بدھ	۲	۹	۱۶	۲۳	۳۰	-	۷	۱۴	۲۱	۲۸	۶	۱۳	۲۰	۲۷	-	۴	۱۱	۱۸	۲۵	-	۳	۱۰	۱۷	۲۴	-	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹
جمعرات	۳	۱۰	۱۷	۲۴	-	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹	۷	۱۴	۲۱	۲۸	-	۵	۱۲	۱۹	۲۶	-	۴	۱۱	۱۸	۲۵	-	۲	۹	۱۶	۲۳	-

شائع کردہ: التقویم نمبر ۱۲۰ خواجہ شہاب الدین مارکیٹ۔ صدر، کراچی نمبر ۳

بقیہ: مجلس ذکر

کلمۂ کفر، کلمۂ شرک اور بیہودہ کلام کرنے سے اجتناب کرتا ہے۔ پھر وہ مرید بھی جو ان اللہ والوں کا متبع اور فرمانبردار ہے وہ بھی ان کا عکس لیتا ہے اور اس میں بھی یہ خوبیاں آتی ہیں لیکن حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر عقیدت، ادب، اطاعت کی تین تاریں شیخ کے قلب کے ساتھ ملی ہوئی ہوں تو پھر جس طرح پاور ہاؤس سے بجلی کی کرنٹ آتی ہے اسی طرح شیخ کے قلب اطہر سے جو اللہ کے نام سے، اللہ کے کلام سے معطر ہو جاتا ہے پھر اس کے طالب صادق کو بھی یہ چیز میسر آ جاتی ہے۔

ہر کارے و ہر مردے

جس طرح لوہار سے لوہے کا کام انسان سیکھتا ہے، درزی سے درزی کا کام سیکھتا ہے۔ باقی دنیا بھر کے کام، سائنسدان سائنسدانوں سے جا کر ایجادات اور ان میں تحقیقات و انکشافات کا کام سیکھتے ہیں، اسی طرح علماء ربانی کی صحبت میں جا کر رنگ چڑھتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ علماء رنگ فروش ہیں اور اللہ والے رنگ ساز ہیں۔ علم دین علماء سے ملتا ہے۔ اسی لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے عالم تقریر تو کرے گا، صرفی، نحوی ترکیبوں کی خوب وضاحت کرے گا، فضائل، حدیث، قرآن کے بیان تو خوب کرے گا لیکن عملی توفیق نہیں ہو سکتی۔ جب تک کسی اللہ والے کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہ کیا جائے۔ زانوئے ادب تہ نہ کیا جائے۔ تو پھر جو رنگ چڑھتا ہے تو پھر تہجد وہ بھی نہیں چھوڑتا۔ پھر چاشت اور اوابین کو ترک نہیں کرتا۔ پھر خشوع و خضوع کے ساتھ پانچوں وقت فرائض و نوافل کی نماز ادا کرتا ہے اور اس کے بعد اگر خدا توفیق دے تو وہ اللہ اللہ بھی کرتا ہے۔

خاندانِ قادری کے اذکار

جس طرح نقشبندی، سہروردی، چشتی طریقوں کے اذکار و اوراد ہیں اسی طرح خاندانِ قادری میں بھی ہمارے سِراً و جہراً بارہ روحانی اسباق ہیں۔ (۱) قلبی (۲) روحی (۳) سری (۴) نفسی (۵) خفی، (۶) اخفاء (۷) پاس انفاس (۸) ذکر آرّہ (۹) مراقبہ صفاتِ سبع (۱۰) سلطان الاذکار (۱۱) نفی اثبات (۱۲) مراقبہ اسم ذات نوری۔ یہ سارے اذکار اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر سیکھے جاتے ہیں۔ اور اللہ والے اسی طرح تدریجاً تربیت کرتے ہیں۔ جیسے پہلی دوسری جماعت میں داخلہ لیا جائے اور پھر ہائی اور ڈگری کلاسز تک ترقی کی منازل طے کی جائیں یا دینی مدارس میں پہلے صرف و نحو پڑھایا جاتا ہے پھر لغت، معانی، بدیع، بیان، ادب، بلاغت، منطق و فلسفہ، طب اور حدیث و تفسیر وغیرہ سے فارغ کرایا جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر طبیب طبابت کرتا ہے اور اسی طرح دوسرے صنعت کار و فن کار اپنے فنون اور اپنے کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ علماء علم دین پڑھتے ہیں، دین پڑھاتے ہیں، اللہ اللہ کرتے ہیں، دوسروں کو تبلیغ کرتے ہیں اور مساجد اللہ کے اندر اللہ کا نام بلند کرتے ہیں۔ یہی اصل میں مقصد جات ہے جو ان کے پاس طلباء آتے ہیں وہ انہیں ظاہری علوم بھی پڑھاتے ہیں، اور اگر انہیں باطنی علوم سے بھی اللہ نے حصہ دیا ہے تو ان سے بھی دوسروں کو استفادہ کا موقع مل جاتا ہے اور یہ ہمارے اکابر کی خصوصیت ہے۔

اکابر دیوبند کے ظاہری و باطنی کمالات

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے دیوبند کے اساتذہ علوم ظاہریہ کے فاضل اجل اور باطنی علوم کے کامل اکمل تھے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ، ان سے پہلے حضرت مولانا سید انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، ان سے پہلے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، ان سے پہلے مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ ان سے پہلے دوسرے اکابر حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تک اور اسی طرح اوپر تک ہمارا سند حدیث کا سلسلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک چلا جاتا ہے۔ دیکھئے سارے ظاہر کے بھی عالم فاضل اور باطن کے کامل اکمل تھے۔ کوئی کمی نہیں (ماشاء اللہ) ——

اور وہ سلسلہ اب تک چلا آ رہا ہے۔ پاکستان کے اکثر علماء اور بالخصوص ہمارے علماء تو ہیں ہی انہی سے مستفیض۔ اور علماء دیوبند سے استفادہ کرنے والوں کے ہزاروں لاکھوں شاگرد یہاں پھیلے ہوئے ہیں۔ بلکہ ایشیا میں، ہند و پاکستان میں رشد و ہدایت کا وسیلہ اور ذریعہ علماءِ ربانی ہی بنے۔ یہ نہ ہوتے تو شاید یہاں کفر ہی ہوتا۔ آج مصر، شام، لبنان، ترکی، ایران، سب ملکوں میں یہ مشہور ہے کہ جتنا علم ہند و پاکستان میں ہے۔ جس قدر عمل یہاں ہے علم دین کا، علم اسلام کا اور کہیں بھی نہیں ہے۔ اسی لئے انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک کے لوگ تحصیل علم کے لئے آیا کرتے ہیں۔ کبھی پڑھنے کے لئے لوگ وہاں جاتے تھے۔ آج وہاں کے لوگ یہاں آ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مراکز مدینہ حرمین الشریفین کو ہمیشہ کفار و مشرکین اور بالخصوص یہود بے بہبود کی دستبرد سے محفوظ رکھے۔ اور قبلہ اول جلد واگذار کرائیں۔ ہمارے دل کی تمنا یہی ہے کہ ہمارا مرکز وہاں ہی رہے لیکن ہمیں بھی اللہ تعالیٰ انہی طریقوں کو اپنانے کی اور اسی طرح اسلام کی تبلیغ چار دانگ عالم میں پھیلانے کی اور اسلام کا پھریرا ساری دنیا میں لہرانے کی توفیق ارزانی فرمائیں۔

اعترافِ کہتری

مجبوراً چند جملے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سنت کے طور پر ادا کرنے پڑتے ہیں، میں آپ سب سے کوئی نیک یا بڑا ذاکر عابد نہیں ہوں لیکن یہ ہے کہ فریضہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ اوصی نفسی سب سے پہلے اپنے نفس کو اس کے بعد سب بھائیوں، بہنوں کے لئے نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ جتنی توفیق دیں کام بھی کریں اور اس کے بعد اللہ کی رضا کے لئے، اللہ کی یاد کے لئے بھی وقت نکالیں، ذکر اللہ میں مشغول رہیں اور آخرت کی فکر کریں۔

دعا

اللہ تعالیٰ میری ان ٹوٹی پھوٹی باتوں کو قبول فرمائے اور آپ حضرات کو یہ ۴

۴ لوحِ دل پہ لکھ کر لے جاتے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

تعارف و تبصرہ

نام کتاب: جنات کے پُر اسرار حالات۔
تصنیف: شبیر حسین صاحب چشتی نظامی۔
ضخامت: ۲۶۴ صفحات سرورق خوبصورت کاغذ رف۔قیمت مجلد۔ ۳/۵۰ روپے۔
ناشر: ادارہ فروغ اسلام ۱۶۸ انار کلی لاہور۔

دنیا میں شاید ہی کوئی بدبخت ہو جو اپنے حال و مستقبل کی بہبودی کا خواہش مند نہ ہو۔ اس لئے عامۃ المسلمین بلکہ تمام بنی آدم کے معلومات اور ان کے حال و استقبال کی اصلاح کے لئے اس کتاب میں جن و ابلیس کی شرارتوں کا وہ کچا چٹھا بیان کیا گیا ہے جس کو پڑھ کر آپ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ اس دشمن انسانیت کو زیر کرنے کے لئے کون سا حربہ استعمال میں لایا جائے۔ اس کتاب میں جنات کی پیدائش اور ان کی ڈیڑھ لاکھ سالہ زندگی کی روداد، جنات کا قبولِ اسلام اور بعض جنات صحابی کے تذکرے کے علاوہ اس مخفی دشمن کو زیر کرنے کے لئے ان مخفی اور تباہ کن ہتھیاروں کا تذکرہ بھی ہے جن کے حملہ کی جن و ابلیس تاب نہیں لا سکتے۔ اس کتاب کی تالیف میں دیگر کتب کے علاوہ تفسیر خازن، تفسیر کبیر، امام رازی، تفسیر مظہر العجائب، تفسیر فتح العزیز شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، الخصائص الکبریٰ علامہ سیوطی دلائل نبوت وغیرہ سے مدد لی گئی۔ نہایت معلوماتی کتاب ہے۔ اہل ذوق حضرات اس کتاب کو خرید کر خود بھی پڑھیں دوسروں کو بھی ترغیب دیں۔

نام کتاب: سنت انبیا علیہم السلام۔
مرتبہ: ابوالمعالی۔
صفحات ۳۲۔ کاغذ سفید کتابت طباعت آفسٹ
قیمت پچاس پیسے۔
ناشر: دارالارشاد کیمبل پور

اس کتابچے میں ڈاڑھی کے متعلق مفصل بحث کی گئی ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ جو کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کر گئے ہیں ان پر عمل کرنا نجات دارین کا موجب ہے ڈاڑھی کے بارے میں مودودی صاحب نے جو کچھ لکھا اس کا بھی مفصل جواب دیا گیا ہے۔ ہمارے بھائیوں میں یورپین تمدن کی وجہ سے ایک غلطی اکثر پائی جاتی ہے کہ وہ اپنی صورت کو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کے مطابق نہیں کر سکتے اور وہ اپنے چہرے کی نمائش اسی میں سمجھتے ہیں کہ وہ چہروں پر ڈاڑھی نہ رہنے دیں۔ ایک مسلمان کو اس بات پر یقین ہو جائے کہ جو کام اس نے کیا ہے وہ گناہ کا کام ہے تو وہ اس پر دلی طور سے نادم ہوتا ہے۔ اس گناہ کو عام کرنے کے لئے کوئی عملی قدم نہیں اٹھاتا۔ لیکن بدقسمتی سے اگر کسی گناہ کے متعلق وہ یہ باور کر بیٹھے کہ جو گناہ میں کر رہا ہوں وہ سرے سے گناہ ہی نہیں یا اس سے بھی بڑھ کر کہہ دے جو اس کو گناہ سمجھتے ہیں۔ وہ ناقابل معافی جرم ہے تو یہ بات دینی طور سے بڑی خطرناک ہو جاتی ہے اور اس کا روکنا ضروری ہے۔ اس رسالہ میں سنت انبیاء علیہم السلام پر تحقیقی بحث کی گئی ہے۔ ہر مسلمان کے لئے اس کا مطالعہ از حد مفید ہے۔

نام کتاب: خلائی تسخیر اور قرآنِ کریم۔
مولفہ: ابو مسعود نقشبندی۔
ضخامت: ۲۸۴ صفحات۔
قیمت: کاغذ سفید ۴/- روپے کاغذ رف ۳/- روپے۔
ناشر: ادارۂ فروغ اسلام شجاع آباد (پاکستان)

دنیا یہ کہتی ہے کہ سائنس کے محیر العقول استدراجی کمالات نے ایوانِ مذہب میں تزلزل ڈال کر اس کی اساس و بنیاد کو ہی کھوکھلا کر دیا ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ روس کا "لونا نہم" اور اہل سائنس نے مریخ پر اپنی فتح و کامرانی کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں۔ یہ سراسر مغربی افکار سے مرعوبیت کا نتیجہ ہے۔ کاش یہ لوگ اسلام کی روح سے شناسا ہوتے تو آج یہ لوگ نہایت فخر کے ساتھ اپنا سر بلند کر کے کہہ سکتے کہ وہی بندگانِ عقل تھے جن کا دعویٰ تھا کہ انسان کشش ثقل ارضی کو مغلوب کر کے کس طرح آسمان پر جا سکتا ہے۔ آج حضور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق طوعاً و کرہاً خود اپنے ہی کردار سے اسلام کی عظیم الشان صداقت کا اقرار کئے بغیر کوئی چارۂ کار نہ رہا۔

سچ پوچھیں تو جن بندگانِ عقل نے ہزاروں سال تک اسلام کے بلند پایہ سرمدی اصولوں کا منہ چڑایا تھا وہ خود اپنے اعجازی کمالات کی بدولت اسلام کے تیز دھار ہتھیاروں کے نیچے آ گئے ہیں۔ اب ان لوگوں کا منہ ہے کہ یہ کہنے کی جرأت کر سکیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راتوں رات مسجد اقصیٰ تک پہنچ سکتے ہیں اور کس طرح راتوں رات ہفت افلاک کی سیر کر کے واپس بھی آ سکتے ہیں۔ یہ کتاب قرآن کریم کی عظیم الشان پیشین گوئیوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ عموماً ہر پڑھے لکھے اور خصوصاً جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور کالج کے طلباء و طالبات کے لئے از حد مفید ہے۔

مقاماتِ عبرت

(آیاتِ قرآنی کی روشنی میں)

عبدالرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم الشان کارخانہ بیکار پیدا نہیں کیا جس کا کوئی مقصد نہ ہو۔ یقیناً ان عجیب و غریب حکیمانہ انتظامات کا سلسلہ کسی عظیم و جلیل نتیجہ پر منتہی (ختم) ہونا چاہئے۔ فی الحقیقت دنیا کی موجودہ زندگی کا آخری نتیجہ دوسرا جہان ہے۔ وہ شخص احمق ہیں جو قدرت کے ایسے صاف و صریح نشان دیکھتے ہوئے خدا کو نہ پہچانیں یا اس کی شان کو گھٹائیں یا کارخانہ قدرت کو محض عبث اور لغو سمجھیں۔ اے خدا! تیری بارگاہ ان سب کی ہزلیات و خرافات سے پاک ہے۔

۱۔ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ
(پ ۳ س آل عمران۔ آیت ۱۳)

ترجمہ: تحقیق تمہارے سامنے ابھی ایک نمونہ دو مقابل ہونے والی فوجوں میں گذرا ہے۔ ایک فوج اللہ کی راہ میں لڑتی ہے اور دوسری کافروں کی فوج ہے جو ان کو صریح آنکھوں سے اپنے سے دوچند دیکھتے ہیں اور اللہ اپنی مدد سے زور دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ بے شک اسی میں دیکھنے والوں کے لئے عبرت ہے

تفسیر جنگ بدر میں کفار تقریباً ایک ہزار تھے جن کے پاس سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے۔ دوسری طرف مسلمان مجاہدین ۳۱۳ تھے جن کے پاس کل ۷۰ اونٹ، دو گھوڑے، ۶ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں اور تماشہ یہ تھا کہ ہر ایک فریق کو حریف مقابل اپنے سے دوگنا نظر آیا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کفار کے دل مسلمانوں کی کثرت کا تصور کر کے مرعوب ہوتے تھے اور مسلمان اپنے سے دوگنی تعداد دیکھ کر اور زیادہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے اور کامل توکل و استقلال سے خدا کے وعدہ پر یقین کر کے فتح و نصرت کی امید رکھتے تھے۔ اگر ان کی پوری تعداد جو تگنی تھی ظاہر ہو جاتی تو ممکن تھا خوف طاری ہو جاتا اور یہ فریقین کا دوگنی تعداد دیکھنا بعض احوال میں تھا ورنہ بعض احوال وہ تھے جب ہر ایک کو دوسرے فریق کی جمعیت کم محسوس ہوئی۔ بہرحال ایک قلیل اور بے سرو سامان جماعت کو ایسی مضبوط جمعیت کے مقابلہ میں ان پیشگوئیوں کے موافق جو مکہ میں کی گئی تھیں اس طرح مظفر و منصور کرنا آنکھیں رکھنے والوں کے لئے بہت بڑا عبرتناک واقعہ ہے۔

۲۔ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ (س یوسف آیت ۱۱۱ پ ۱۳۔ ع ۶)

ترجمہ: البتہ ان کے احوال سے عقل والوں کے لئے اپنا حال قیاس کرنا ہے۔

تشریح یہ کوئی افسانہ یا ناول نہیں، تاریخی حقائق ہیں جن سے عقلمندوں کو سبق لینا چاہیے

۳۔ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ○ (پ ۱۲ س یوسف آیت ۷)

ترجمہ: البتہ یوسف کے قصہ اور اس کے بھائیوں کے قصہ میں پوچھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

تفسیر جو لوگ اس طرح کے واقعات دریافت کر کے کسی نتیجے پر پہنچنا چاہتے ہیں ان کے لئے یوسف اور اس کے بھائیوں کی سرگزشت میں ہدایت و عبرت کی بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔ اس قصہ کو سن کر قلوب میں حق تعالیٰ کی عظیم قدرت و حکمت کا نقش جم جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا بین ثبوت ملتا ہے کہ آپ باوجود امّی ہونے اور کسی کتاب یا معلم سے استفادہ نہ کرنے کے ایسے منقح و منضبط تاریخی حقائق کا انکشاف فرما رہے ہیں جن کے بیان کی سوائے ربانی تعلیم کے کوئی توجیہہ نہیں ہو سکتی خصوصاً قریش مکہ کے لئے اس واقعہ میں بڑا عبرت آموز سبق ہے۔ کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے گھر سے نکالا ——— از راہِ حسد قتل یا جلاوطن کرنے کے مشورے کئے۔ طرح طرح سے ایذائیں پہنچائیں۔ بے عزت و ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا آخر ایک دن آیا کہ یوسفؑ کی طرف نادم و محتاج ہو کر آئے۔ یوسفؑ کو خدا نے دین و دنیا کے اعلیٰ مناصب پر فائز کیا ——— اور انہوں نے اپنے عروج و اقتدار کے وقت بھائیوں کے جرائم سے چشم پوشی کی۔ ٹھیک اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برادری نے آپ کے متعلق ناپاک منصوبے باندھے، دکھ پہنچائے، عزت و آبرو پر حملے کئے۔ حتیٰ کہ وطن چھوڑنے پر مجبور کیا لیکن جلد وہ دن آنے والا تھا جب وطن سے علیحدہ ہو کر آپ کی کامیابی اور رفعتِ شان کا آفتاب چمکا، اور چند سال کے بعد فتح مکہ کا وہ تاریخی دن آ پہنچا جب کہ آپ نے اپنے قومی اور وطنی بھائیوں کی گذشتہ تقصیرات پر بعینہٖ حضرت یوسفؑ والے کلمات "لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ" فرما کر قلمِ عفو کھینچ دیا۔

۴۔ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّ

دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ

(سورہ النحل آیت ۶۶ پ ۱۴ ع ۱۵)

ترجمہ: اور بے شک تمہارے واسطے چوپاؤں میں سوچنے کی جگہ ہے۔ ہم تم کو اس کے پیٹ کی چیزوں میں سے گوبر اور لہو کے بیچ میں سے ستھرا خوشگوار دودھ پینے والوں کو دیتے ہیں۔

مطلب

اونٹ، گائے، بھینس وغیرہ جانور جو گھاس چارہ کھاتے ہیں وہ پیٹ میں پہنچ کر تین چیزوں کی طرف مستحیل ہو جاتا ہے۔ قدرت نے ان حیوانات کے جسم کے اندرونی حصہ میں ایسی مشین لگا دی ہے جو غذا کے کچھ اجزاء کو خون بنا کر عروق میں پھیلا دیتی ہے جو ان کی حیات و بقاء کا سبب بنتا ہے اور اسی مادہ میں سے جس کے بعض اجزاء گوبر اور بعض خون بن گئے۔ ان دو گندی چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز دودھ تیار کرتی ہے جو نہایت پاک، طیب اور خوشگوار چیز ہے۔ (باقی آئندہ)

●

مرکزی جمعیت اتحاد القراء پاکستان کے جنرل سیکرٹری و جمعیت علماء اسلام شہر قصور کے ناظم اعلیٰ مولانا قاری محمد شریف قصوری نے ادارہ تحقیقات اسلامیہ کے ڈائریکٹر ڈاکٹر فضل الرحمان کی اسلام سوز سرگرمیوں کی شدید مذمت کرتے ہوئے اسے اسلام دشمنی کا بدترین مظاہرہ قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ملت اسلامیہ کے مسلّمہ بنیادی عقائد و نظریات پر ملحدانہ جرح و تنقید اور تغیر و تبدل کے ذریعے ملک کے دینی اور عوامی حلقوں میں انتشار و اضطراب کا جو شرمناک سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا نے اسے ایک سوچی سمجھی سکیم اور منظم سازش قرار دیا ہے۔ آپ نے مزید کہا کہ سرکاری ملازم ہونے کی حیثیت سے ڈاکٹر صاحب کے اس مذموم اقدام کی تمام تر ذمہ داری موجودہ حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ مولانا قصوری نے کہا کہ اس قسم کی تحقیقات کہ اسلام کے احکام ابدی نہیں۔ زکوٰۃ عبادت نہیں ٹیکس ہے قرآن کریم کے فیصلے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث قطعی قوانین نہیں۔ حضرت جبرائیل کا کوئی خارجی وجود نہ تھا۔ معراج ایک من گھڑت افسانہ ہے۔ قرآنی قصص بے بنیاد کہانیاں ہیں اور سنت نبوی کا اکثر حصہ قبل از اسلام کی رسومات پر مشتمل ہے۔ عہد جاہلیت میں جو سود رائج تھا وہ حرام ہے مطلق نہیں۔ صرف انگور سے ۴

۴ تیار کی گئی شراب حرام ہے اس کے علاوہ بیر وغیرہ تمام اقسام حلال ہیں۔ نزول عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ عیسائیوں سے مستعار ہے اور یہی حال شفاعت اور خروج مہدی کے عقیدہ کا ہے اور اسی طرح یہ کہنا کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پانچ نمازوں کے متعلق کوئی واضح ہدایات نہیں دیں۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ تک پانچ نمازیں رائج نہیں تھیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود قرآن کریم ملاوٹ زدہ ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کچھ اپنے ارشادات اس میں شامل کر دیئے ہیں نہ صرف یہ کہ انتہائی اشتعال انگیز اور ناقابل برداشت ہیں بلکہ دنیا بھر کے ستر کروڑ مسلمانوں کی دینی حمیت اور اسلامی غیرت کے لئے ایک کھلا چیلنج ہے۔ آپ نے ڈاکٹر صاحب کی رسوائے زمانہ کتاب "اسلام" کی فوری ضبطی اور ڈاکٹر صاحب کی موجودہ منصب سے علیحدگی کا پرزور مطالبہ کیا اور حکمران طبقہ سے اپیل کی کہ وہ مسلمانوں کے دینی جذبات کا احترام کریں اور اس قسم کے اسلام دشمن عناصر کی تخریبی کارروائیوں اور ریشہ دوانیوں کا مؤثر سدباب کریں۔

منتخب نمائندگان طبی کانفرنس

لاہور ڈسٹرکٹ طبی کانفرنس کے جنرل سیکرٹری حکیم لوزاحمد نے اپنے بیان میں بتایا کہ طبی کانفرنس کے چاروں حکیم اور وید مغربی پاکستان میں بفضل خدا امتیازی شان سے طبی بورڈ کے ممبر منتخب ہوگئے۔ وید جبرا جل بلا مقابلہ حکیم آفتاب احمد قریشی، حکیم حاجی عبدالسلام اور حکیم جمشید احمد بالترتیب قریباً تیرہ، بارہ اور دس ہزار ووٹ حاصل کر کے بازی لے گئے۔ حکیم نصرت الحق اور حکیم عبدالمالک چھ چھ ہزار ووٹ بھی نہ لے سکے۔ اور اصلاحی صاحب تو ڈیڑھ ہزار تک ہی پہنچ سکے۔ یہ کامیابی اکابرین جمعیت العلماء اسلام کی دعاؤں اور کوششوں، ملک بھر کے اطباء اور وید صاحبان کی شفاء الملک حکیم قریشی صاحب۔ ستارۂ خدمت پروفیسر نیر واسطی صاحب اور ستارۂ امتیاز حکیم سعید احمد صاحب سے بے پناہ عقیدت کا نتیجہ ہے حکیم محمد شفیع صاحب صدر کانفرنس نے فرمایا کہ اب طبیب کامیابی کی منزل کے قریب پہنچ گئے ہیں۔

بچوں کا صفحہ

سبق آموز کہانیاں

حافظ محمد امین صاحب ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل بہاول پور۔

• امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ رات کے وقت گشت کر رہے تھے کہ بدوی کو انتہائی بے چینی کی حالت میں دیکھا آپ کے دریافت کرنے پر بدوی نے بتلایا کہ اس کی بیوی کے بچہ پیدا ہونے والا ہے اور وہ سخت تکلیف میں ہے۔ لیکن میرے پاس کوئی پیسہ نہیں کہ دایہ کا بندوبست کروں۔ یہ خبر سنتے ہی حضرت عمرؓ گھر واپس تشریف لائے اور اپنی زوجہ محترمہ ام کلثومؓ کو بدوی کی بیوی کی تیمار داری کے لئے ساتھ لے گئے۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر حضرت عمرؓ خود بدوی سے باتیں کرنے لگ گئے اور حضرت ام کلثومؓ اندر تشریف لے گئیں اور تھوڑی دیر بعد اندر سے آواز آئی کہ امیر المومنین اپنے دوست کو خوش خبری دیجئے کہ خدا تعالیٰ نے اسے فرزند عطا فرمایا ہے۔ بدوی امیر المومنین کا لفظ سن کر چونک پڑا۔ مگر حضرت عمرؓ نے اسے تسلی دی اور بعد میں بدوی کو انعام سے نوازا اور اس کے نومولود بچے کا روزینہ مقرر فرما دیا۔ خداوند کریم ہمیں ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ "آمین!"

• امیر المومنین حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو پوچھا کہ بچہ کیوں روتا ہے۔ جواب ملا کہ اس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہے تا کہ حکومت سے وظیفہ ملے۔ حضرت عمرؓ لرز گئے اور اسی دن سے پیدائش کے ساتھ ہی وظیفہ دینے کا فرمان جاری کر دیا تا کہ والدین کو دودھ چھڑانے کی زحمت نہ ہو اور بچے خوب پرورش پائیں۔

• حضرت امام ابو یوسفؒ (یعقوب بن ابراہیم) علیہ الانصاریؓ کی چھٹی پشت میں سے تھے۔ آپ کا شمار امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں میں ہوتا ہے۔ آپ بغداد میں قاضی القضاۃ تھے۔ اور مہدی، ہادی اور ہارون کے زمانوں میں اسی عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے۔

ایک بار خلیفۂ وقت ہارون الرشید اور ایک یہودی کا مقدمہ آپ کی عدالت میں پیش ہوا۔ یہودی احتراماً خلیفۂ وقت سے تھوڑا پیچھے کھڑا ہو گیا لیکن جب قاضی صاحب کی نظر پڑی تو فرمایا کہ تم خلیفہ کے شانہ بشانہ کھڑے ہو جاؤ۔ میری عدالت میں شاہ و گدا برابر ہیں۔ ہارون الرشید قاضی صاحب کی اس جرأت اور بے باکی پر بہت خوش ہوا اور کہا کہ واقعی اس عہدے پر ایک موزوں ترین امام مقرر ہے۔

• سلطان ملک شاہ سلجوقیوں میں نہایت عادل بادشاہ گذرا ہے۔ اس کی عدل گستری کے بیشتر واقعات تاریخ اسلام کا ایک زریں باب ہیں۔ ایک دفعہ اس کی فوج کے سپاہیوں نے ایک غریب بڑھیا کی گائے کھا لی۔ غریب بڑھیا نے اس زیادتی کے خلاف کافی فریاد کی مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی اور نہ ہی اس کی آواز کو بادشاہ تک پہنچنے دیا گیا۔ بڑھیا اس صورت حال سے بہت نالاں تھی۔ چنانچہ بادشاہ ایک مرتبہ اپنے مصاحبوں کے ہمراہ شکار کے لئے نکلا۔ تو بڑھیا نے بادشاہ تک رسائی حاصل کرنے کے لئے یہ موقعہ غنیمت جانا اور زندہ رود (اصفہان کی مشہور نہر) کے پل پر بادشاہ کے راستے میں جا کھڑی ہوئی۔ بادشاہ کے محافظ دستے نے اسے ہٹانے کی بہتیری کوشش کی مگر بڑھیا اپنی جگہ سے نہ ہلی۔ جب بادشاہ کی سواری بڑھیا کے قریب پہنچی تو اس نے لگام پکڑ کر بادشاہ سے کہا کہ میرا انصاف اس پل پر کرے گا یا پل صراط پر ہو گا۔ جب بادشاہ نے سب ماجرا سنا تو لرز گیا اور بڑھیا کو ایک کے بدلے ستر گائیں دے کر راضی کیا۔

• سلطان محمود غزنوی کے بھانجے کے ایک غریب آدمی کی عورت سے ناجائز تعلقات تھے۔ اس غریب نے ڈرتے ڈرتے یہ خبر بادشاہ تک پہنچائی۔ سلطان خبر سنتے ہی خود گیا اور عین موقعہ پر اپنی تلوار سے اپنے بھانجے کا سر قلم کر دیا۔ بعد میں پانی مانگ کر پیا اور عدل و انصاف کے بارے میں مسلمانوں کی اعلیٰ روایات کو قائم رکھنے کے لئے دو نفل شکرانے کے ادا کئے۔

• شیر شاہ سوری ہندوستان کا ایک بلند پایہ فرمانروا تھا اس کے بیٹے عادل خان نے ایک ہندو بقال کی عورت جبکہ وہ غسل کر رہی تھی پر پان پھینکا۔ بقال نے بادشاہ وقت سے فریاد کی۔ بادشاہ نے مقدمہ سننے کے بعد فیصلہ دیا کہ جس طرح میرے بیٹے (عادل خان) نے ہاتھی پر سوار بقال کی بیوی پر نہاتے ہوئے پان پھینکا ہے۔ اب بقال اسی طرح ہاتھی پر سوار ہو کر میری بہو (عادل خان کی بیوی) پر نہاتے وقت پان پھینکے۔ بادشاہ کا فیصلہ سننے کے بعد تمام درباریوں نے شہزادے کی صفائی کے لئے سفارش کی مگر بادشاہ نے کہا کہ میں نے اپنا فیصلہ کر دیا ہے اب اگر بقال چاہے تو معاف کر دے میں معاف نہیں کر سکتا۔ چنانچہ بعد میں بقال نے حاضرین دربار کی سفارش اور شہزادے کی ندامت پر اسے معاف کر دیا تب شہزادے کی جان چھوٹی۔

• سلطان احمد شاہ والئ دکن کے داماد نے ایک دفعہ ایک شخص کو ناحق قتل کر دیا۔ جب مقدمہ قاضی کے پاس پہنچا تو قاضی نے مقتول کے ورثاء کو خون بہا دلوا کر مطمئن کر دیا اور فیصلہ کی نقل بادشاہ کے پاس بھیج دی۔ لیکن بادشاہ نے قاضی کے اس فیصلے کو کمزور قرار دیا اور اسے رد کرتے ہوئے ملزم کو پھانسی کی سزا دی تا کہ لوگوں کو عبرت ہو اور امیر لوگ محض خون بہا ادا کر کے ہی لوگوں کی گردنیں نہ مارتے رہیں۔

رجسٹرڈ ایل ۶۰۴۷ نمبر

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۴۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۸۱-۲ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۶۷۶۹-۲-۹ DD مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM۲/۳۴-۱۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

بدل اشتراک ہفت روزہ خدام الدین لاہور

پاکستان اور انڈیا میں سالانہ چندہ	۱۱ ــــ ۰۰
ششماہی	۶ ــــ ۰۰
سہ ماہی	۳ ــــ ۰۰
سعودی عرب بذریعہ ہوائی جہاز سالانہ چندہ	۴۲ ــــ ۰۰
بحری ڈاک	۱۱ ــــ ۰۰
ہوائی ڈاک ششماہی	۲۱ ــــ ۰۰
بحری	۶ ــــ ۰۰
انگلینڈ بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ	۴۳ ــــ ۰۰
بحری	۱۸ ــــ ۰۰

انڈیا کے خریدار اپنا چندہ مینیجر ماہنامہ "الفرقان" کچہری روڈ لکھنؤ ارسال کرکے ڈاکخانہ کی رسید ہمیں ارسال کر دیں۔

(سرکولیشن مینیجر)

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر